مشق نمبر ۱

مہ - ایک آدمی کے دو لڑکیاں تھیں - اُس نے پہلی کی ایک مالی سے اور دوسری کی ایک کُمہار سے شادی کر دی - کچھ عرصہ بعد وہ مالی کے یہاں گیا - اور اپنی لڑکی سے پوچھا تم کیسی ہو - اُس نے کہا بہت اچھی ہوں - میری صرف ایک اِستدعا ہے - کہ ہمارے درختوں کے سینچنے کو خوب بارش ہو - پھر وہ کمہار کے یہاں گیا - اور اپنی دوسری لڑکی سے وہی سوال کیا - اس نے جواب دیا میرے یہاں سب کچھ ہے - بس یہی تمنا ہے - کہ آسمان صاف رہے - تاکہ ہماری ³اینٹیں پک جائیں - اُس نے کہا - تم چاہتی ہو - صاف آسمان اور تمہاری بہن بارش - تو بتلاؤ میں کیا دُعا مانگوں ؟

ط - ۱ - تم نے اپنی اماں جان کو روٹی پکاتے بہت دفعہ دیکھا ہوگا - پہلے وہ آٹے میں پانی ڈال کر اُسے گوندھتی ہے - اور پھر توے پر چپاتی ڈالتی ہے -
۲ - آندھی چل رہی ہے - سب دروازے کھڑکیاں بند کر دو -
۳ - برف کا پانی پینے سے پیاس نہیں بجھتی - بلکہ اور زیادہ لگتی ہے -
۴ - کیا آپ مجھے ویسے ہی سمجھے بیٹھے ہیں - آپ سمجھتے ہیں کہ میری کچھ نہیں چلتی -
۵ - اس نے میری ناک پر ایسا مکا مارا کہ میرا دم نکل گیا -

مشق نمبر ۲

مہ - سب دوستوں کو جن سے خط وکتابت رہتی ہے - اردو میں خط لکھا کرتا ہوں - پرانے زمانے میں فارسی کا رواج تھا - دفتر فارسی جاننے والوں سے بھرے ہوئے تھے - آج کل انگریزی اور اُردو² کا زمانہ ہے - بعض علاقوں میں ہندی لکھی ³پڑھی جاتی ہے - وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں کوئی ملکی زبان زبردست ہو جائے گی - آج کل تو انگریزی کے بغیر کام نہیں چل سکتا - ملک کے ہر حصے میں یہ زبان سمجھی جاتی ہے - کانگرس کی زبان بھی انگریزی ہے - سودیشی زبانیں سودیشی مال کی طرح ہیں - ہم لوگ اپنی دیسی چیزوں کی خود قدر و عزت نہیں کرتے - اِسی وجہ سے دوسروں کے محتاج ہیں ۔

b ۱- اپنی تنخواہ میں گزارہ کرنا چاہیئے۔ چاہے کتنی ہی تھوڑی ہو۔ ایک دفعہ قرض میں پڑے پھر کبھی چھٹکارا نہیں ہوتا۔
۲- گرمی یہاں سخت پڑتی ہے۔ لیکن بجلی کے پنکھے گھر گھر پائے جاتے ہیں۔ اور ان سے بہت آرام ملتا ہے۔
۳- اس شہر میں ہر چیز مل تو سکتی ہے۔ مگر دام ہر شئے کے بہت دینے پڑتے ہیں۔
۴- دہلی نہایت وسیع اور خوبصورت شہر ہے۔ اور نئی دہلی تو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے۔
۵- جس شکل میں رامائن کی کتاب اب موجود ہے۔ وہ بعد کے زمانہ کی تصنیف ہے۔

مشق نمبر ۳

a - گو کلیم اپنا پتہ نہ بتانا چاہتا تھا۔ مگر مجبوراً اس کو بتانا پڑا۔ لیکن اس کی موجودہ حالت میں اس کا سچ بھی جھوٹ معلوم ہوتا تھا۔ کوتوال نے سن کر یہی کہا کہ میاں نصوح جن کو تم اپنا والد بتاتے ہو۔ ان کو میں خوب جانتا ہوں۔ اور یہ بھی مجھ کو معلوم ہے۔ کہ ان کے بڑے بیٹے کا نام بھی کلیم ہے۔ محلّے کا پتہ بھی جو تم نے دیا ٹھیک ہے۔ مگر کلیم تو ایک مشہور آدمی ہے۔ تمہاری یہ حالت کہ ننگے سر ننگے پاؤں۔ بدن پر کیچڑ لگی ہوئی۔ اچھا صبح ہو تو میں تمہارے والد کو بلواؤں اور اصلیت دریافت کروں۔

b ۱- میں نے خدا کا شکر کیا کہ کرسی ملی یا نہ ملی۔ دربار میں سے نکالا تو نہ گیا۔
۲- دس بج چکے تھے اور ابھی آپ گھنٹہ بھر یہیں تھے۔ مگر امید ہے ریل مل گئی ہوگی۔
۳- میرا جواب مضمون دیکھ لیجئے۔ غلطیوں پر نشان لگا دیجئے۔ شاید پاس ہونے لائق نمبر آجائیں۔
۴- نہ تو تم بیمار تھے۔ نہ تمہیں کچھ ضروری کام تھا۔ پھر مدرسے کیوں نہ آئے؟
۵- رات کو آنکھ کھل گئی۔ بہتیری کوشش کی مگر پھر نیند آئی ہی نہیں۔

مشق نمبر ۴

a - بہادر افسر کو میدانِ جنگ سے اٹھا کر فوجی ہسپتال میں لے آئے۔ اس کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا۔ جس پر کوئی نہ کوئی زخم نہ ہو۔ ایک بازو گولہ لگنے سے بالکل اڑ گیا تھا۔ داہنی ٹانگ کا نچلا حصہ نہ تھا۔ ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ صرف جان ہی باقی

تھی۔ یہ سمجھ کر کہ اس کا آخری[۲] وقت نزدیک ہے۔ اس کی بیوی کو تار دیا گیا۔ وہ بیچاری بدبخت فوراً وہاں پہنچی۔ جونہی اس نے اپنے پیارے خاوند پر نگاہ ڈالی۔ زور سے چیخ ماری اور غش کھا کر زمین[۳] پر گر پڑی۔

ب۔ ۱۔ فیل ہو کر روتے ہو۔ مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت۔

۲۔ رام چندر جی نے کہا۔ ماتا جی! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ابھی بنوں کو جاتا ہوں۔

۳۔ جو لوگ ہیرے اور موتی پہننے والے ہیں۔ اُن کو ہم غریبوں کی کیا خبر۔

۴۔ رانی نے حکم دیا۔ قلعہ کا دروازہ بند کر دو۔ میں اس بھگوڑے[۱] کو ہرگز اندر نہ آنے دُوں گی۔

۵۔ والدین اور اُستاد کی عزت کرنا بچوں کا فرض ہے۔ مگر آج[۱] کل کچھ ایسی ہوا بگڑی ہوئی ہے کہ چھوٹے بھی بڑوں پر ہنسی اُڑاتے ہیں۔

مشق نمبر ۵

الف۔ بشیر! اگر تم چار پانچ برس[۱] لاگ لپیٹ کر محنت کر ڈالو۔ تو کچھ بڑی بات نہیں۔ پھر انشاء اللہ[۲] ساری عمر اس محنت کا فائدہ اُٹھایا کرو گے۔ میں نے جس عمر[۳] و ناتوانی سے پڑھا۔ تمہاری ماں اس[۴] کی گواہ ہیں۔ اُنہی سے پوچھو کہ مجھے اطمینان[۵] سے سونا حرام تھا۔ دِنوں بھوکا رہتا لیکن کتابوں سے کبھی مُنہ نہ موڑتا۔ اب تم ہی دیکھتے ہو کہ یہ محنت ایک حیلہ ہو گئی۔ اور خدا نے مجھے افلاس کے عذاب سے نجات دی۔ اسلئے میں دِن رات خدا کا شکر بجا لاتا ہوں۔ اور دُعا کرتا ہوں۔ کہ تم میری زندگی سے سبق سیکھو۔

ب۔ ۱۔ وہ خوف و اُمید کے شکنجہ میں کھچا ہوا ہے۔

۲۔ یہ نابکار ماش کے آٹے کی طرح ہر وقت اینٹھا ہی رہتا ہے۔

۳۔ اس کے سارے بچے ہی بڑے ناہنجار، ناہموار، آوارہ، بے ادب، بے تمیز، بے حیا اور بے ہنر ہیں۔

۴۔ وہ مشہور و معروف جوئے باز ہے۔

۵۔ بس اب آپ کا سارا بھانڈا پھوڑ دُوں گا۔

مشق نمبر ۶

۵ - ایک چڑیا بسنت اور گرمی میں گانے کے سوائے اور کچھ نہ کرتی تھی - آخر کار جب جاڑا آیا - تو اُسے معلوم ہوا - میرے پاس کچھ کھانے کو نہیں ہے - کل زمین برف سے ڈھکی تھی - ایک بھی پتا یا پھول دکھائی نہ دیتا تھا - جب وہ بھوک سے مرنے اور ٹھنڈ سے ٹھٹھرنے لگی - تو وہ ایک چیونٹی کے پاس پہنچی - اور ایک مٹھی اناج مانگا - اس وعدہ پر کہ بعد میں لوٹا دوں گی چیونٹی نے کہا - ہم نہ قرض لیتے ہیں - اور نہ قرض دیتے ہیں مگر برائے مہربانی یہ بتلائیے - کہ سردی آنے سے پہلے آپ کیا کرتی رہیں چڑیا نے جواب دیا - میں نے اپنا تمام وقت گانے میں صرف کیا - چیونٹی نے کہا - تو اب جائیے اور جاڑے بھرنا چیئے ؎

۶ - ۱ - آخر اس تو تو میں میں سے کیا حاصل ؟

۲ - تم تو باولی ہو - شریف خاندان کی بہو بیٹیاں اس طرح بھاگی بھاگی نہیں پھرا کرتیں

۳ - مارے گرمی کے سر چکرا رہا ہے - اور اوسان خطا ہو رہے ہیں -

۴ - وہ دوستوں کا دوست ہے مصیبت میں ہمیشہ ساتھ دینے والا ہے

۵ - یہ بھی عجیب کھیل ہے - نہ کسی کی جیت نہ کسی کی ہار -

مشق نمبر ۷

۵ - اکبر اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا - صورت و شکل خدا نے اچھی دی تھی - محلے تک کے لوگ پیار کرتے تھے - ماں باپ کا لاڈلا تو کہنا ہی کیا - لوگ اکبر کی صورت کے عاشق تھے اکبر ابھی مشکل سے پندرہ سولہ برس کا ہوا تھا - کہ خدا کا کرنا ایسا ہوا - کہ اکبر کے ماں باپ مر گئے - اکبر اب دنیا میں اکیلا رہ گیا - پہلے تو اُسے بہت صدمہ ہوا - ماں باپ کو یاد کر کے رویا کرتا - آخر طبیعت سنبھلی - جوانی دیوانی تو ہوتی ہی ہے - پھر کئی قسم کے یار دوست مل گئے - جس سے اکبر کا رنج دور ہو گیا -

۶ - ۱ - پرانے خیال کے لوگ اسے برا شگون کہیں گے

۲ - تم تو میاں مطلبی دوست ہو -

۳۔ وہ میرے پیسے مار کر چلتا بنا۔
۴۔ اگر انسان میں یہ بات نہ ہو۔ تو انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے۔
۵۔ گرم کپڑے کی بات ہی اور ہے۔ پاؤں میں جوتی تنگ نہیں تھی۔

مشق نمبر ۸

a۔ اس گنوار نے بڑے مردانہ لہجے میں جواب دیا۔ اور اگر میں اِس قسم کی شرط پر نشانہ لگانے سے انکار کر دوں تو؟ زیادہ سے زیادہ آپ حکم دے سکتے ہیں۔ کہ مجھے نظربند کر دیا جائے یا شہر باہر۔ مگر دنیا میں ایسی کوئی طاقت نہیں۔ جو مجھے میری مرضی کے برخلاف اس کمان میں تیر چڑھانے پر مجبور کر سکے۔

شہزادہ نے جواب دیا۔ اگر تو ہمارے حکم کی خلاف ورزی کریگا یا ان شرائط کو جنہیں ہم منصفانہ سمجھتے ہیں قبول نہیں کرے گا تو ہمارا داروغہ تیرے تیر و کمان کو توڑ کر تجھے اس جنگل سے اس بے عزتی سے نکال دیگا جس سے بزدل نکالے جانے چاہئیں۔

b۔ ۱۔ اگر تم اسٹیشن پہ جانا چاہتے ہو۔ تو وقت پہ آ جانا۔
۲۔ تمہارے اور میرے درمیان دوستی نہیں پیدا ہو سکتی۔
۳۔ صفائی سے لکھنا۔ کاغذ پہ سیاہی کے دھبے نہ پڑ جائیں۔
۴۔ دھوبی کپڑے لایا ہے۔ گن کر لینا۔
۵۔ اگر آپ مجھے پہلے بتا دیتے۔ کہ اس کی عقل ماری ہوئی ہے تو میں ہرگز اس کے گھر اس سے ملنے کے لئے نہ جاتا اور اپنی بے عزتی نہ کراتا۔ وہ تو آدمی کو آدمی نہیں سمجھتا۔

مشق نمبر ۹

a۔ شاہجہان کی ایک بیوی ممتاز محل آصف جاہ کی بیٹی تھی کہ نہایت نیک نیت اور نیک طبیعت تھی۔ چاروں بیٹے اسی کے شکم سے تھے۔ اور جو محبت کہ بادشاہ کو اس سے تھی۔ کسی سے نہ تھی۔ وہ حاملہ ہوئی جب ولادت کا وقت قریب آیا۔ تو اندر کاردان دائیاں اور باہر حاذق حکیم جمع ہوئے۔ دفعتاً پیٹ سے بچے کے رونے کی آواز آئی۔ سب سُن کر حیران بلکہ ہراساں ہوئے۔ بیگم نے خود بادشاہ کو بلایا اور کہا کہ اب وقت قریب آگیا ہے دو وصیتیں میری ہیں۔ وہ سُن لو۔ اوّل یہ کہ بعد میرے شادی نہ کرنا تاکہ ایسا نہ ہو

کہ سوتیلے بھائیوں میں بگاڑ ہو۔ اور میرے بچوں کی جانیں تلف ہوں۔ دوسرے یہ کہ میری قبر پر ایسی عمارت بنوانا کہ عالم میں یادگار رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد لڑکی پیدا ہوئی۔ اور بیگم کا انتقال ہؤا۔

b ۔ ۱۔ جی میں آتا ہے کہ مار مار کر اس کا کچومر نکال دوں۔

۲۔ گلے کا ہار ہونا۔

۳۔ دولت کے آگے ہنر ہاتھ باندھے کھڑا رہتا ہے۔

۴۔ کیا فائدہ کسی انسان کو ہو گا۔ اگر وہ تمام دُنیا اور اس کی بادشاہت کو حاصل کرے مگر اپنی رُوح ہلاک کر دے۔

۵۔ اب یہ زندگی کیسے پار لگے گی۔

۶۔ کسان اپنے لہلہاتے ہوئے کھیت کو دیکھ دیکھ پھولے نہیں سماتا۔

مشق نمبر ۱۰

a۔ بورڈنگ ہاؤس کی زندگی میں ایک یہ اندیشہ ہے۔ کہ بعض طلبا ایک دوسرے سے مل کر بہت سا وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ ایسے لڑکوں کو پڑھنے پڑھانے کا شوق مطلق نہیں رہتا اور اُنہیں دن بدن نئی شرارتیں سوجھنے لگتی ہیں جس سے تھوڑے ہی دنوں میں وہ تمام بورڈنگ ہاؤس میں نکو بن جاتے ہیں۔ ہر جگہ اُن کی شکایت ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اُن کے کانوں تک جُوں نہیں رینگتی۔ آخر یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ زندگی کا ایک قیمتی سال مفت کھو بیٹھتے ہیں۔ پس اپنے وقت کا پورا پورا فائدہ اُٹھاؤ۔ کیونکہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

b ۔ ۱۔ غصہ ایک وقت کا جنون ہے۔ جب آتا ہے تو انسان کی عقل زائل ہو جاتی ہے۔

۲۔ میاں خدا نے پانچوں انگلیاں برابر نہیں بنائیں۔ دُنیا میں بھلے لوگ بھی اور بُرے بھی۔

۳۔ واہ تمہارا کوٹ تو خوب بنا ہے۔ بنا بنایا لیا یا فرمائش سے بنوایا۔

۴۔ کیا تم اپنے بھائی کو ریل پر سوار کرا آئے۔ اسباب تلوانا تو نہیں پڑا۔

۵۔ بھئی آج کل وکالت میں کیا رکھا ہے۔ تھوڑے چین سے رہتے ہیں زیادہ فاقہ کرتے ہیں۔

مشق نمبر ۱۱

ط - ہمایوں بادشاہ کی وفات کے بعد ہندوستان کے تخت نے ایسے شہنشاہ کے جلوس سے زینت پائی۔ جس کا ثانی اس ملک میں تو کیا کسی مملکت میں نہ ہوگا۔ یہ بادشاہ جلال الدین محمد اکبر ابن ہمایوں بادشاہ تھا۔ جس کے نیرِ اقبال کے روبرو کسی بد اندیش اور مفسد کا چراغ نہ جلا۔ اور باوجودیکہ یہ اپنے باپ کی وفات کے وقت تیرہ برس سے زیادہ عمر کا نہ تھا۔ لیکن کسی کا حوصلہ نہ پڑا کہ اس کی تخت نشینی کا مانع ہوتا۔ ہنگامِ طفولیت میں بجائے تربیت استاد کے اس نے بڑی بڑی مصیبتیں پیرِ فلک کے ہاتھ سے کھینچی تھیں۔ اور بہت سی تکلیفیں اپنے باپ کے دشمنوں سے اٹھائی تھیں۔

(پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱۷ء)

ب - ۱- مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کی آپس میں بنتی نہیں۔
۲- ہمارے استاد نے ہم کو انگریزی میں ترقی کرنے کی کئی تدابیر بتائی تھیں۔
۳- تم خواہ مخواہ اتنا قضیہ کرتے ہو۔
۴- ایسی چکنی چپڑی باتیں بنائیں۔ کہ سادہ لوح رحیم پھر اس کے فریب میں آگیا۔
۵- آدمی اپنی قسمت خود بناتا ہے۔
۶- اس نے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا مارا۔

مشق نمبر ۱۲

ط - اگلے روز ماسٹر آتما رام صاحب نے بچوں کو ناشتہ کرنے کے بعد حکم دیا کہ وہ سب کے سب سیر کے لئے تیار ہو جائیں۔ بچوں نے حکم کی تعمیل میں چلنے کی تیاری کر لی اور سب کے سب تیار ہو گئے۔

عزیز نے کہا۔ ماسٹر جی کل آپ نے اندر پرست کی بابت بیان کیا تھا۔ یہ تو فرمائیے کہ اس شہر کا اب کچھ نام و نشان باقی ہے یا نہیں ہے؟

ماسٹر جی۔ بچو! صدیاں گذر گئیں۔ ہزاروں برس ہونے آئے۔ اندر پرست کا صرف نام باقی رہ گیا ہے۔ اندر پرست کی یادگاریں اب تک دہلی میں باقی ہیں۔ ایک نگم بودھ کا گھاٹ۔ دوسرے نیلی چھتری کا مندر۔

اتنا سنتے ہی بچوں نے اصرار کیا۔ کہ ماسٹر جی! آج ہمیں یہ دونوں چیزیں ضرور دکھائیں۔

ک۔ ۱۔ یار جانے بھی دو تمہیں ہر وقت مذاق ہی سوجھتا ہے۔
۲۔ اگر آدمی ہمت کرے تو دنیا میں کون سی مشکل ہے جو حل نہیں ہو سکتی۔
۳۔ ایک پرہیز لاکھوں دوائیوں سے بہتر ہے۔
۴۔ تم ایسے آدمی ہو۔ جس کے پیٹ آئی بات نہیں سما سکتی۔
۵۔ ہم سب اس کی بیمار پرسی کو گئے۔

مشق نمبر ۱۳

ا۔ ایک دبلا اور بھوکا بھیڑیا ایک بار جھونپڑی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور ایک چھوٹے کتے کو باہر آنے کے لئے پھسلانے لگا۔ کہ اسے کھا جائے۔ بھیڑیئے نے کہا۔ اس چھوٹے سے سوراخ سے تم باہر کیوں نہیں جاتے۔ یہ تمہارے باہر آنے کے لئے کافی بڑا ہے۔ کتے نے جواب دیا۔ یہ میں جانتا ہوں۔ لیکن میں یہاں بڑے آرام سے ہوں۔ تب بھیڑیئے نے کہا۔ کیا تمہارے پاس اچھی ہڈیاں، گوشت اور دودھ کھانے پینے کو وہاں ہے؟ کتے نے اس پر جواب دیا۔ نہیں۔ بھیڑیئے نے کہا۔ تو میرے ساتھ آؤ۔ میں جانتا ہوں کہ کہاں یہ چیزیں زیادہ تعداد میں ہیں۔ ہم جتنا چاہیں کھائیں اور جتنا چاہیں موٹے ہو جائیں۔ لیکن وہ چھوٹا کتا جو اپنی عمر سے زیادہ عقلمند تھا صرف یہ بولا۔ تب تو مجھے تعجب ہوتا ہے۔ کہ تم کیوں نہیں جاتے۔ اور اپنے آپ کو فوراً موٹا کر لیتے۔ کیونکہ تم کو ضرور اس کی ضرورت ہے۔

ک۔ ۱۔ یہ سن کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور وہ اس کو ہزار ہزار گالیاں دینے لگا۔
۲۔ یہ بیماری چھوت سے پھیلتی ہے۔ اس لئے جس آدمی کو یہ بیماری ہو۔ اس سے بالکل الگ رہنا چاہیئے۔
۳۔ دربار میں اس کی بہت چلتی ہے۔ شہر کے سب بڑے بڑے لوگ اسکو جانتے ہیں۔
۴۔ چیچک سے بچنے کے لئے ہر ایک بچے کو ٹیکہ لگوانا چاہیئے۔
۵۔ یہ مکان کرایہ کے لئے خالی ہے۔ کرایہ صرف چھ بیس روپیہ ماہوار ہے۔

مشق نمبر ۱۴

ما - ایک دن ایک بھیڑیئے نے ایک بکری کے بچّے کو جو گھومتا ہوُا دُور کے کھیت میں نکل گیا تھا دیکھا۔ اور اُس کا پیچھا کیا۔ بکری کا بچّہ جتنی تیزی سے ہو سکا بھاگا لیکن یہ دیکھ کر بھیڑیا اُس کے پاس آتا جا رہا ہے۔ اور بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ وہ مُڑا اور کہنے لگا۔ "مَیں سمجھتا ہُوں کہ بھاگنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور مَیں موت کے مُنہ میں ہُوں لیکن مَیں چاہتا ہُوں کہ جہاں تک ہو سکے ہنسی خوشی سے جان دُوں لہذا آپ راگ گائیے اور مجھے مارنے سے پہلے ناچ لینے دیجئے۔ بھیڑیئے نے بانسری پر ایک راگ گایا۔ اور بکری کا بچّہ اِدھر اُدھر کھیت میں خوشی سے ناچتا پھرا نتیجہ یہ ہُوا کہ بانسری کی آواز سُن کر کھیتوں سے کُتّے نکل آئے۔ بھیڑیئے کی طرف جھپٹے اور اُس کو بھگا دیا۔ جب وہ بھاگ کر جنگل میں پہنچا تو کہنے لگا۔ جس چیز سے واسطہ نہ ہو۔ اس میں دخل دینے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ میرا کام قصائی کا تھا بانسری والے کا نہ تھا۔"

ب - ۱- اگر ماسٹر صاحب یہاں نہ ہوتے تو ہم دِل کھول کر باتیں کرتے۔

۲- مَیں نے آپ کے کہنے پر اس کو ایک لمبا چوڑا خط لکھا۔ لیکن اس نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

۳- دِن کو تو آئے دِن یہی کام ہے۔ آخر کب تک چُپ چاپ کئے رہو گے۔

۴- آنکھ چرانا۔ جس کے دِل میں چور ہوتا ہے وہی آنکھ چُراتا ہے۔

۵- کونڈا ڈنڈا لاؤ۔ اس دوائی کو پیس ڈالو۔

مشق نمبر ۱۵

ما- ہم نے تجھے چلتے چلتے کہہ دیا تھا۔ کہ تو دُنیا میں دِل مت لگائیو۔ اور اِس طرح رہیو۔ جیسے سرائے میں مُسافر۔ تُو بس وہیں کا ہو رہا۔ اور ایسی لمبی تان کر سویا کہ قبر میں آکر جاگا۔ تھا تو مُسافر مگر بن بیٹھا مقیم۔ تھا تو سیاح اور بن بیٹھا متوطن۔ کیا تو تمام عمر دُنیا میں مال نہیں جمع کرتا رہا؟ اور کیا تو نے پکّی پکّی عمارتیں اِس خیال سے نہیں بنوائیں کہ مُدتوں اِن میں رہے گا؟

ب - ۱- نہیں معلوم اِنسان کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں۔ کہ اِتنی موٹی بات اِس کی

سمجھ میں نہیں آتی۔

۲۔ جو تقدیر کا لکھا ہے۔ سو ہو کر رہے گا۔ پھر اس دوڑ دھوپ سے کیا فائدہ۔

۳۔ ہیضہ۔ تپدق۔ تپ محرقہ۔ بواسیر۔ پیچش۔ گنٹھیا یہ چند نامراد بیماریاں ہیں

۴۔ تم خواہ مخواہ میرے سر ہو رہے ہو۔ میرا اس میں مطلق قصور نہیں ہے۔

۵۔ اس فیصلہ کا ڈھنڈورہ گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں پٹ گیا۔

مشق نمبر ۱۶

a۔ صبح کا وقت ہے۔ جی خوش ہے۔ آؤ۔ ذرا باغ کو چلیں۔ ہوا کھائیں۔ آہا۔ کیا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ باغ مہک رہا ہے۔ آتے ہی دل باغ باغ ہو گیا۔ ذرا ہریاول کو دیکھیں۔ کیا آنکھوں میں طراوت آتی ہے۔ ہری ہری گھاس کیا ہے۔ سبز مخمل کا فرش بچھ رہا ہے۔ اس پر اوس کے قطرے پڑے ہیں۔ گویا مخمل پر موتی بچھے ہیں۔ درختوں پر کچھ اور ہی بہار ہے۔ کسی پر پھول آیا۔ کسی میں پھل لگا ہے۔ ڈالیاں جھوم رہی ہیں۔ گنواں چل رہا ہے۔ ایک چھوٹا سا لڑکا بھی پاس کھڑا تماشہ دیکھ رہا ہے۔

b۔ ۱۔ کہتے ہیں کہ ہمت کا حامی خدا۔ تم نے کچھ کر دکھایا۔ تو یہ انعام پایا۔

۲۔ دکھاوے کے لئے ساری عمر کا سکھ گروی نہ رکھ دو۔

۳۔ نیشنل بنک جلد ٹوٹنے والا ہے۔ تم اپنا سارا روپیہ بنک سے نکلوا لو۔

۴۔ وہ ابھی نک بچہ ہے۔ عقل کا کچا ہے۔

۵۔ بدھ مہاتما نے راج پاٹ پر لات دے ماری۔ اور چھ سال متواتر کڑی تپسیا کرتے رہے۔

مشق نمبر ۱۷

a۔ بادشاہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ اس تیزی سے ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ کہ دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گھوڑا ہوا سے باتیں کرتا جا رہا ہے۔ ہرن نے جب گھوڑے کو سرپٹ آتے دیکھا تو اس کے کان کھڑے ہو گئے۔ اور اپنے بچاؤ کے لئے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ کچھ دیر کے تعاقب کے بعد گھوڑا تو پسینہ پسینہ

ہو گیا۔ اور ہرن غائب ہو گیا۔

(پنجاب یونیورسٹی ۱۹۲۴ء)

ب۔ ۱۔ میں نے آج جُلاب لیا ہے۔
۲۔ جب یہ خبر اس کو پہنچی۔ تو اس کی چھاتی پر سانپ لوٹنے لگے۔
۳۔ محنت سے جی چُرانا طالب علم کا کام نہیں۔
۴۔ جب بُرے دِن آتے ہیں تو عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔
۵۔ بھائی اِدھر اُدھر کی ہانکنے سے کیا فائدہ۔ اصلی مطلب کہو۔

مشق نمبر ۱۸

ا۔ سچی مردانگی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی تلوار کا دھنی ہو۔ اور لڑائی میں دُشمن کو پیٹھ نہ دکھلائے۔ نہ یہ معنی ہیں۔ کہ کوئی اس کو گالی دے یا ایک تھپڑ مارے اور وہ عِوض میں دو گالیاں دینے اور دو تھپڑ مارنے کو تیار ہو۔ اگر سچی مردانگی کے یہی معنی ہوتے ، تو وحشی جانوروں سے زیادہ کسی میں مردانگی نہ ہوتی۔ کیونکہ یہ جس بیباکی سے لڑتے ہیں۔ انسان نہیں لڑ سکتا۔ مگر نہیں ٭ (پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱۶ء)

ب۔ ۱۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم میرا راز کھول دو گے۔ تو مَیں تمہیں بالکل اپنے دِل کی بات نہ بتاتا۔
۲۔ لڑکوں کا اِمتحان نزدیک آ رہا ہے۔ سارے طالب علم اپنی اپنی پڑھائی میں لگے ہوئے ہیں۔
۳۔ آؤ دریا پر سیر کرنے کے لئے چلیں وہاں پہنچ کر کشتیوں میں سیر کریں گے۔
۴۔ وُہ بہت عقلمند آدمی ہے۔ سوچ کر بات مُنہ سے نِکالتا ہے۔
۵۔ اگر تم چاہتے ہو تو تم میری مدد کر سکتے تھے۔ لیکن تم نے میری مدد بالکل نہیں کی۔ بڑے افسوس کی بات ہے ٭

مشق نمبر ۱۹

ا۔ پھول کھلا۔ بُلبل اس کی خوبصورت مُلائم پنکھڑیوں کو چھو چھو کر گاتی تھی۔ گلچیں آیا۔ بُلبل ڈر کے مارے اُڑی۔ اور پھول کے ارد گرد چکر کھانے لگی۔ گلچیں نے نہایت

بے رحمی سے پھول توڑ لیا۔ ان کی پنکھڑیوں کو بھی علیحدہ علیحدہ کر کے ٹوکرے میں ڈال دیا۔ بلبل چیخی چلائی۔ لیکن بے سود۔ آخر بلبل بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ اور پھول کے ساتھ ٹھنڈی ہو گئی۔

b۔ ۱۔ سب انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ یعنی آدمی آدمی میں فرق جاننا چاہیئے۔ ہر ایک کو اچھا یا برا خیال نہ کرو۔

۲۔ طلباء استاد کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ ان کو کبھی خیال نہیں ہوتا تھا۔ کہ جو کچھ ان کا استاد کہتا ہے غلط بھی ہو سکتا ہے۔

۳۔ اس کی ڈر کے مارے گھگھی بندھ گئی۔ اور چپ چاپ کھڑا رہا۔ گویا اس کے منہ میں زبان ہی نہیں۔

۴۔ خون ناحق کبھی چھپتے نہیں سنا۔ تم دیکھ لینا کہ جلدی ہی خونی کا پتہ لگ جائیگا۔

۵۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ بیچارے معصوم ویسے ہی بے قصور مارے جاتے ہیں۔

مشق نمبر ۲۰

a۔ ان ہی دنوں میں ایک بوڑھے فوجی افسر نے جو اپنی عمر کے چالیس سال جنوب مغربی افریقہ میں بسر کر چکا ہے۔ افریقہ کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں اس نے بعض نہایت دلچسپ[1] باتیں بیان کی ہیں۔

جنوبی افریقہ کے ایک علاقے میں کوئی سات وحشی قبیلے[2] رہتے ہیں۔ جن پر گورے رنگ کی ایک عورت حکمرانی کرتی ہے۔ بوڑھے لوگوں کی زبانی سنا گیا ہے۔ کہ اس عورت کی عمر کوئی دو سو سال کی ہو گی۔ وہ ایک غار میں رہتی ہے۔ عام لوگوں نے تو اسے کبھی نہیں دیکھا البتہ قبیلوں کے سردار اسکی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور اس کے حکم بجا لاتے ہیں۔ کتاب کے مصنف کو غار دیکھنے کا شوق ہوا۔ لوگوں نے اپنے ساتھ لے جانے کا وعدہ کیا۔ رات آئی تو اسے لینے آئے۔ غار میں داخل ہوئے تو لوگوں نے ڈھول بجانا شروع کیا۔ اور ڈھول کی آواز پر ناچنے لگے۔

b۔ ۱۔ ہم لوگوں میں سے بہت کم انگریزوں کی طرح محنت اور ایمانداری سے کام کر سکتے ہیں۔

۲- وہ پرسوں ہی ولایت سے واپس آئے ہیں۔ بمبئی اُترتے ہی ہماری اُن سے بہت باتیں ہوئیں۔

۳- فی الحال تو مَیں یہاں ہوں۔ جب میرا ارادہ لاہور جانے کا ہوگا۔ تو آپ سے ضرور عرض کروں گا۔

۴- وہ بھلا مانس آدمی معلوم ہوتا ہے۔ کیا آپ اُسے اچھی طرح جانتے ہیں۔ نہیں صاحب! یہی دو چار دفعہ ملنے کا اِتفاق ہوا۔

۵- بھائی انگریزی راج کے کیا کہنے۔ شیر بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے ہیں۔ امن و عافیت سے سب کی زندگی بسر ہوتی ہے۔

مشق نمبر ۲۱

الف- ایک بارہ سنگھے نے تالاب کے کنارے پانی پیتے وقت اپنا سایہ پانی میں مثلِ آئینہ کے دیکھا۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ اور اپنی خوبصورتی پر ناز کر کے کہنے لگا۔ آہاہا میرے دونوں سینگ کیسے خوبصورت ہیں۔ کس خوبی سے وہ میرے ماتھے پر جُھکے ہوئے ہیں۔ اور میرے چہرہ کو کیسا خوبصورت بنائے ہوئے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ میرا باقی جسم بھی ایسا ہی خوبصورت ہوتا۔ لیکن میری ٹانگیں ایسی پتلی اور لمبی ہیں کہ مجھے ان کو دیکھ کر شرم آتی ہے۔ ٹھیک اسی وقت شکاری کتوں کا ایک جھُنڈ اور شکاریوں کی آواز سنائی دی۔ بارہ سنگا خوف سے بھاگا۔ اور پھرتی کے ساتھ اپنی پتلی ٹانگوں سے چھلانگ مارتا ہوا آدمیوں اور کتوں کو بہت پیچھے چھوڑ کر نکل گیا۔ پھر وہ ایک جنگل میں چھپنے کے لئے گُھسا۔ لیکن گھستے وقت اس کے سینگ درخت کی شاخوں میں پھنس گئے۔ اور وہ اسی جگہ جکڑا کر رہ گیا۔ یہاں تک کہ شکاری کتے پہنچ گئے۔ اور اُنہوں نے اس کو مار ڈالا۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے کہا۔ ہائے میں کیسا بدنصیب ہوں۔ اب مَیں دیکھتا ہوں کہ وہ سینگ جن پر مجھے اتنا ناز تھا میری موت کا باعث ہوئے اور میری لمبی پتلی ٹانگیں جن کو ایسا بدنما سمجھتا تھا وہی ایسی تھیں کہ مجھ کو بچا سکتی تھیں۔

ب- ۱- اس کے بھائی کی موت کیا تھی۔ دُنیا اس کی آنکھوں میں اندھیر ہو گئی۔

۲- مَیں ایسی مصیبت میں زندگی سے بالکل تنگ آ گیا۔

۳- قسمت نے ایسا پلٹا کھایا کہ دل کے ارمان دل ہی میں رہ گئے۔

۴۔ رائے دینے کا اختیار ہر شخص کو نہیں ہوتا۔ جو شخص انٹرنس پاس ہو۔ یا ایک مکان کا مالک ہو۔ یا دو تین روپے ماہوار کرائے کے مکان میں رہتا ہو۔ یا بیس پچیس روپیہ مہینہ کماتا ہو۔ وہ رائے دے سکتا ہے۔

مشق نمبر ۲۲

۸۔ کسی زمانے میں ایک لڑکا تھا جو خود بھی بڑا طاقتور تھا۔ اور جس کا دادا کئی خوفناک لڑائیوں میں لڑ چکا تھا۔ ایک دن لڑکے نے اپنے گھر میں ایک بھاری زرہ بکتر پایا جسے اس کا دادا لڑائیوں میں پہنا کرتا تھا۔ لڑکے نے اسے پہننے کی کوشش کی۔ لیکن زرہ بکتر اتنا بھاری تھا کہ وہ پہن نہ سکا۔ اُس نے اپنے دل میں کہا۔ کہ میرے دادا اتنا بھاری زرہ بکتر کیسے پہنتے تھے۔ ٹھیک اُسی وقت اس کا دادا آ گیا۔ اور غصہ کا بہانہ کر کے بولا۔ تم نے بغیر میری اجازت کے میری زرہ بکتر کیوں پہن لی اور اس لڑکے پر گھونسہ تانا۔ لڑکا بہت خوفزدہ ہو کر بھاگا۔ بڈھا ہنسا اور بولا تم دیکھو کہ تم بھی اس زرہ بکتر کو پہنے ہوئے اچھی طرح بھاگ سکتے ہو جب تم اپنے کو خطرہ سے بچانا چاہتے ہو۔ ہمارے لڑکپن میں لوگ اپنے کام میں جان لڑا دیتے تھے۔ اور اسی وجہ سے بھاری زرہ بکتر پہننے کے لئے تیار رہتے تھے۔

۹۔ ۱۔ دیکھو یہ کیسی خوبصورت جگہ کی تصویر ہے۔ اِدھر اُدھر تالاب کا پانی نظر آ رہا ہے۔ بیچ میں کیا خوشنما مکان بنا ہے۔ گنبد سنہری ہے۔ دیواریں سنگ مرمر کی ہیں۔ کنارے مکان تک جانے کے لئے پل بنا ہوا ہے جس کا ذرا سا حصہ دکھائی دے رہا ہے۔

۲۔ کاغذ پھٹے پرانے کپڑوں اور گلے سڑے چیتھڑوں سے بنتا ہے۔ کارخانے والے گھر گھر پھر کر ردی اور بیکار کپڑے لے آتے ہیں۔ ذرا سے پیسوں میں پرانے کپڑوں کے ڈھیر خرید لیتے ہیں۔

۳۔ میں اس کو ایسے آڑے ہاتھوں لوں گا کہ ہمیشہ یاد رکھے گا۔

مشق نمبر ۲۳

a - گوآ (GOA) میں کچھ ہاتھیوں کو ایسی تعلیم دی گئی تھی - کہ جب وہ امیر باشندوں کے مکانات کے پاس سے نکلتے تھے تو ان کو سلام کرتے تھے جب ہاتھی بازار میں ہو کے گزرتے تھے - تو ترکاری بیچنے والے ان کے آگے تازہ ترکاری پھینکا کرتے تھے - خاص کر ایک عورت سب سے بڑے ہاتھیوں میں سے ایک کو پھل اور ترکاریاں دیا کرتی تھی - برسات کے وسط میں ایک دن یہی بڑا ہاتھی مست ہو گیا - اور اپنے جڑ کٹوں کے قابو سے نکل کر چنگھاڑتا - دوکانوں کو توڑتا پھوڑتا اور جسے پکڑ پاتا اُسے مارنے تک کی کوشش کرتا - بازار میں بھاگا جاتا تھا - جس عورت نے اس کو اتنے پھل اور اتنا کھانا دیا تھا - وہ ڈر کے مارے بھاگ گئی - اور یہ بات بھول گئی - کہ اس کا چھوٹا بچہ سڑک پر کھیل رہا ہے - ہاتھی نے بچے کو دیکھا اور اُسے پہچانا - اور اپنی سونڈ سے سنبھال کے اٹھا کر دُکان میں رکھ دیا - اور پھر غارت کرنے کے کام میں لگ گیا -

b - ۱ - امتحان کے ختم ہونے پر تم ہم دونوں اس بار ذرا کشمیر کی سیر کرنے کے لئے چلیں - وہاں پر ڈل کا نظارہ دیکھنے لائق ہے -

۲ - بیساکھی اور دیوالی پر دربار صاحب میں بہت رونق ہوتی ہے - دُور دُور سے لوگ امرتسر کی دیوالی دیکھنے آتے ہیں - جاتریوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے - تالاب کے چاروں طرف دیئے جلتے ہیں - بیچ کے گوردوارے پر تو بہت ہی روشنی ہوتی ہے - رات کا دن ہو جاتا ہے - روشنیوں کا عکس پانی میں پڑتا ہے - سارا نظارہ دیکھنے کے لائق ہوتا ہے -

۳ - اس تین پانچ سے مجھے کچھ مطلب نہیں -

مشق نمبر ۲۴

a - جون کا مہینہ ہے - آجکل کیسی سخت گرمی پڑ رہی ہے - کہ الامان - الامان! دھوپ کیسی سخت ہے کہ ٹھکانا نہیں - زمین و آسمان پڑا تپ رہا ہے - لوگ پاگ پنکھے جھلتے جھلتے تھک جاتے ہیں - جس کو دیکھو گرمی کی شدت سے نالاں ہے - آدمی تو آدمی جانور بیچارے

گھبرا رہے ہیں۔ کُتے مُنہ کھولے ہانپتے ہیں۔ چڑیاں چونچیں کھولے سایہ ڈھونڈتی پھرتی ہیں۔ خداوند کریم کہیں جلد مینہ برسائے۔ جو جان میں جان آئے بھائی گھبراؤ نہیں۔ سب چیز اپنے اپنے وقت پر ہُوا کرتی ہے۔ اِس مہینے کے پندرہ بیس دِن گزر لینے دو۔ اِتنے مینہ برسیں گے کہ گھبرا جاؤ گے۔ (پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱۲ء)

ب- ۱- پتہ نہیں کہ ہندوستان کی قسمت پھوٹ گئی۔ جدھر دیکھو۔ اُدھر ہی قحط۔ بارش کا نام ونشان نہیں۔ کہیں بوند تک بھی نہیں گری۔ یہ سب آدمیوں کے پاپوں کا نتیجہ ہے۔

۲- اگر تُم ذرا محنت کیا کرتے تو تُم اِمتحان میں ضرور بالضرور پاس ہو جاتے۔

۳- جتنی چادر دیکھو اُتنے پیر پھیلاؤ۔ آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا مُصیبت کو بُلانا ہے۔

۴- اگر تم کچھ دینا چاہتے ہو تو ابھی دے دو۔ ہر روز کی ٹال مٹول سے کیا فائدہ۔

۵- اُستاد نے پُوچھا۔ کہ تُم نے اپنا کام کیوں نہ کیا۔ اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور چُپ کھڑا رہا۔

مشق نمبر ۲۵

ا- سیٹھ جی یہ سُن کر ہنسنے اور کہنے لگے۔ بھئی ہمارے ہاتھ میں کیمیا کیونکر ہے؟ دوست نے کہا۔ جناب سارے شہر میں مشہور ہے۔ کہ ایک فقیر آپ کو کیمیا بنانی سکھا گیا ہے اور اسی سے آپ اِتنے امیر کبیر آدمی بن گئے ہیں۔ اِس بات سے سیٹھ جی کو اور ہنسی آئی۔ اور کہنے لگے۔ لوگ باگ بھی خُوب کہانیاں گھڑتے ہیں۔ بھلا کیمیا بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ کہانیاں تو ہم نے بہت سی سُنی ہیں۔ مگر کیمیا بنتی دیکھی کبھی نہیں۔ بہت سے بیوقوف دھوکے میں آکر ڈھکوسلوں میں اپنا اندوختہ اُڑا مٹا کر بیٹھ رہتے ہیں۔ اور پھر پیچھے سر پر ہاتھ دھر کر رویا کرتے ہیں۔ مَیں تو اصلی کیمیا ایک بات کو جانتا ہُوں۔ وہ تو دیانتداری ہے۔ اس سے میں اِتنا امیر بن گیا ہُوں۔ اور اسی سے میں نے نام پیدا کیا ہے۔ (پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱۰ء)

ب- ۱- اس بات کی چرچا سارے شہر میں پھیل گئی۔ آدمی تعجب کرنے لگے۔ کہ ایک بھنگی کے نام ایک لاکھ کی لاٹری۔ پچھلے جنم میں اُس نے کوئی بہت ہی پُن کئے ہوں گے۔

۲- اس کی خوشی کا اب کیا ٹھکانا تھا۔ اُسے تو پاس ہونے کی بھی اُمید نہ تھی۔ پہلے درجہ میں پاس ہونے کی اُسے بہت خوشی ہوئی۔

۳- بہت سے لڑکے اپنا فرض ادا نہیں کرتے۔ سارا وقت کھیل کود میں خرچ کر دیتے ہیں۔ ایسے لڑکے ساری عمر دُکھ پاتے ہیں۔

۴- آخر کار اُس نے ایم۔ اے پاس کر لیا۔ اور بڑے عہدہ پر لگ گیا لیکن اُس نے کبھی کسی بات پر غرور نہیں کیا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ غرور کا سر نیچا۔

۵- ایک لڑکے نے اپنے ماں باپ کی بہت سیوا کی۔ شہر میں سارے لوگ اس کی عزت کرتے تھے۔

مشق نمبر ۲۶

(a)- ایک درویش کو کچھ ضرورت پیش آئی۔ کسی نے اُس سے کہا۔ فلاں شخص بڑا دولتمند ہے۔ اگر تیری ضرورت اُسے معلوم ہو۔ تو یقین ہے۔ کہ اس کو رفع کرنے میں دیر نہ کرے۔ بولا میں اُسے نہیں جانتا۔ کیا میں تجھے راستہ بتا دوں۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس شخص کے گھر لے گیا۔ درویش نے دیکھا کہ ایک شخص ہونٹ لٹکائے، تیوری چڑھائے غصہ میں بھرا بیٹھا ہے۔ اُلٹا پھر آیا اور کچھ نہ کہا۔ ایک شخص نے اُس سے کہا۔ کہ تو نے کیا کِیا؟ اور کیا کِیا؟ بولا میں نے اس کی بخشش تو اس کی صورت کے نذر کیا۔

قطعہ۔ بدخو کے آگے اپنی ضرورت پیش نہ کر۔ کہ تو اس کی بُری عادت سے رنجیدہ ہوگا۔ اگر دل کا دُکھ بیان کرے۔ تو اس شخص سے بیان کر جس کی صورت دیکھتے ہی خوش ہو جائے۔ (پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱۰ء)

(b)- ۱- دیکھو لڑکو تم نے بہت شور کیا اور بہت سی شرارتیں کیں لیکن اگر تم نے پھر ایسی باتیں کیں تو تم سب پٹو گے۔

۲- میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ کہ تم اس کا یقین نہ کرنا۔ کیونکہ اُس نے ہر ایک آدمی کو دھوکا دیا ہے۔

۳- بادشاہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میدانِ جنگ میں آیا۔ اور دشمنوں کو اپنی تلوار سے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

۴- ایسے بزدل انسان کے زندہ رہنے کا کیا فائدہ۔ جو انسان اپنی عزت کو نہیں

بچا سکتا۔ اُسے مر جانا چاہیئے۔

۵۔ اُس عورت نے اپنے خاوند کی زندگی بچانے کے لئے رات دن اس کی سیوا کی لیکن اس کی قسمت خراب تھی۔ آرام کب ہونا تھا۔ آخر ایک سال بیمار رہ کر سوکھ کر کانٹا ہو کر مر گیا۔

مشق نمبر ۲۷

ہ۔ نواب۔ میں آپ سے کیا کہوں۔ آپ جانتی ہی ہیں کہ ہم لوگوں کے یہاں عورتوں کی تعلیم کی کیا حالت ہے۔ اوّل تو کوئی عورت پڑھی لکھی ملتی نہیں۔ دوسرے یہاں کی مائیں ایسی اجہل اور لاپرواہ ہیں۔ کہ اِس طرف کچھ خیال ہی نہیں کرتی ہیں۔ میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں۔ کدھر دیکھوں۔ کدھر نہ دیکھوں۔ مجھ کو امورِ دنیاوی سے اتنی فرصت کہاں کہ خود اپنی لڑکی کو تعلیم دوں۔

مس صاحبہ۔ لیکن اگر کوئی عورت ایسی لائق نہ ملتی تھی۔ آپ کے یہاں مولوی صاحب تو ہیں۔ اُنہی سے تعلیم دلوائی ہوتی۔

نواب۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ دو وجہوں سے۔ ایک تو یہ کہ جب لڑکی سیانی ہوئی تو مولوی کے سامنے نہیں جا سکتی۔ دوسری یہ کہ یہاں کے مولوی بھی عقل کے پتلے ہوتے ہیں۔ طریقہ پڑھانے کا اچھا نہیں جانتے۔ (پنجاب یونیورسٹی سنہ ۱۹۰۷ء)

ط۔ ۱۔ وہ کسی کی نہیں سُنتا۔ اپنا ہی راگ گاتا ہے۔

۲۔ جسے دیکھو وہی آجکل بیکاری کی شکایت کرتا ہے۔

۳۔ وہ اور اُس کا بھائی دونوں بدمعاش ہیں۔ اِن دونوں کا کبھی بھی اعتبار نہ کرنا۔

۴۔ تم ہزار قناعت کے فائدے بتاؤ۔ میں تو اس کو اخلاقی موت تصوّر کرتا ہوں۔

۵۔ تم کو تو ہر وقت سیر و تفریح چاہیئے۔ تم کو کام سے کیا کام۔

مشق نمبر ۲۸

ہ۔ عجیب طرح کا ایک قطعہ بہار نظر آیا۔ کہ جدھر نگاہ جاتی تھی۔ کوسوں تک سبز اور پھولوں سے لال زمین نظر آتی تھی۔ یہ سامان دیکھ کر گھوڑوں کی باگیں ڈال دیں۔ اور قدم قدم سیر کرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ گھوڑا میری رانوں کے تلے ایسا پرندہ تھا۔ کہ جلا ہے ہرنوں

کے اُوپر دَوڑا۔ ان کی چھالوں کو کو بھلا ہاتھوں سے پکڑ لیتی تھی۔ اس کے عقب دوڑایا وہ دیکھ کر چھلانگیں بھرنے لگا۔ اور ہوا ہوا۔ گھوڑا بھی بادل سے باتیں کرتا تھا لیکن اس کی گرد کو نہ پہنچا۔ اور دُم دار بھی پسینے پسینے ہو گیا۔ اور میری بھی جیبھ مارے پیاس کے چٹخنے لگی۔ پر کچھ بس نہ چلا۔ (پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱ء)

ب۔ ۱۔ ہزاروں آدمی کتے کی موت مرے۔ ایسا ڈراؤنا بھونچال پہلے کبھی نہیں آیا۔

۲۔ آپ مجھے سچ سچ بتلا دیں کہ وہ میری مدد کریگا یا نہیں۔ میں تو اس پر ہی بھروسہ کئے بیٹھا ہوں۔

۳۔ اِن باتوں کو جانے دیں۔ آپ یہ بتائیں کہ اگر سرکار کانگرس کی یہ شرطیں منظور نہ کرے گی تو کیا ہوگا۔

۴۔ تُم مانو چاہے نہ مانو۔ مَیں تم کو آج بتلائے دیتا ہوں۔ کہ جلدی ہی یورپ میں ایک بڑی بھاری لڑائی ہوگی۔ جس میں ہمارے ملک کو بہت نقصان پہنچے گا۔

۵۔ اِس سال اگر پرچے ذرا بھی آسان آجاتے تو میں ضرور بالضرور پاس ہو جاتا یاد کچھ کیا آیا کچھ۔ اِس لئے مَیں فیل ہو گیا۔ اچھا اب اگلے سال سہی۔

مشق نمبر ۲۹

ا۔ کتابیں بھی عجب نعمت ہیں۔ جب رنج و الم کے بادل ہماری زندگی کو تاریک کر دیتے ہیں۔ تو یہ ایک سچے دوست کی طرح شیریں الفاظ سے ہماری ڈھارس بندھاتی ہیں۔ جب احباب اور رشتہ دار ہماری بدبختی کی وجہ سے مُنہ موڑ لیتے ہیں۔ تو یہ ہمارا ساتھ نہیں چھوڑتیں۔ ہمارا حوصلہ بڑھاتی ہیں۔ ہمت اور استقلال سے مشکلات پر غالب آنے کا سبق دیتی ہیں۔ یہ انسان کی ہزاروں سال کی دانائی اور تجربے کا نچوڑ ہیں۔ اور اس کا سب سے بیش قیمت ورثہ۔ یہ درست ہے کہ تمام کتابیں اچھی نہیں ہوتیں بعض تو سانپ سے زیادہ زہریلی اور بچھو سے زیادہ خطرناک ہیں۔ ان سے بچنا واجب ہے۔ کتابوں کے انتخاب میں عقل و احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔

ب۔ ۱۔ مَیں نے سمجھایا بجھایا بہت لیکن اس پر خاک اثر نہ ہُوا۔

۲۔ مَیں اسٹیشن پر دیر سے پہنچا۔ گاڑی پہلے ہی جا چکی تھی۔

۳۔ سوال یہ ہے کہ کالجوں کی تعلیم ہم کو روٹی کمانے کے قابل بناتی ہے یا نہیں۔

میں تو اس کا جواب نفی میں دوں گا۔
۴۔ وہ بھی زمانہ تھا۔ جب مڈل پاس کی قدر تھی۔ آجکل بی۔ اے کو کوئی پوچھتا نہیں۔
۵۔ کیوں بھئی، امتحان میں تم نے کیسے پرچے کئے۔ میرا تو سر ہی چکراتا رہا۔

مشق نمبر ۳۰

ں۔ ۱۔ ذات پات اور مذہب کے اختلافات ہمارے ملک کی ترقی میں بہت رکاوٹ ڈالتے ہیں۔
۲۔ تمام کوششوں کے باوجود میں اس کو خوش کرنے میں ناکامیاب رہا
۳۔ اس وقت لنڈن میں ایک اہم کانفرنس ہو رہی ہے۔
۴۔ انگریز اور ہندوستانی دونوں اس کانفرنس میں حصّہ لے رہے ہیں۔
۵۔ اس ملک کے لوگ اس کانفرنس کی کارگذاری کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے ہیں۔
۶۔ جب شہنشاہ تمہیں طلب فرمائیں۔ تو یہ انگوٹھی انہیں دکھا دینا سب ٹھیک ہو جائے گا۔
ٹا۔ ملکہ میری بحری سفروں کا حال اکثر مجھ سے سنا کرتی تھی۔ اور جب میں اداس ہوتا تھا۔ تو ہمیشہ میرا دل بہلانے کی کوشش کرتی تھی۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہاری تندرستی کے لئے کشتی کھینے کی تھوڑی سی ورزش مفید نہیں ہوگی؟ اور کیا تم بادبان اور ڈنڈا کا استعمال نہیں جانتے؟ میں نے جواب دیا۔ کہ میں دونوں کا استعمال اچھی طرح جانتا ہوں۔

مشق نمبر ۳۱

ں۔ اس کا سبب کہ بات چیت میں کیوں بہت کم لوگ اچھے لگتے ہیں۔ یہ ہے کہ کوئی شخص اس بات کی زیادہ سوچ رکھتا ہے۔ کہ وہ پہلے کیا کہنا چاہتا ہے۔ اس کے علاوہ کہ اور دوسرے کیا کہہ رہے ہیں۔ مگر ہم یہ چاہیں کہ وہ ہماری بات سنیں۔ یہ ضروری ہے۔ کہ جو لوگ بات چیت کر رہے ہوں۔ ان کی بات ہم سنیں۔ ہمیں چاہیئے کہ اوروں کو بولنے دیں۔ تاکہ وہ اپنی بات سمجھا سکیں۔ اور بے تکی باتیں بھی کہہ سکیں۔ ان کی

بات کاٹنے اور اس میں رخنہ ڈالنے کی جگہ جیسا کہ ہم غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ اُن کے دِل و دماغ میں غور کریں۔ اور ظاہر کریں کہ ہم اُن کی بات سمجھ رہے ہیں۔ اور جو کچھ وہ کہیں اس کو جہاں تک وہ سمجھنے کے قابل ہوں سمجھ لیں۔

۱۲۔ ۱۔ کسی ملک کی دولت کوئلہ کی بہم رسانی پر منحصر ہے۔

۲۔ میں نے اپنے دوست سے کہا کہ میرے ساتھ تعطیل کے دن سیر کرنے چلو مگر اُس نے انکار کر دیا۔

۳۔ جب تک تم سخت محنت نہیں کرو گے۔ کامیاب نہیں ہو گے۔

۴۔ اُس نے کہا۔ کہ جب تک وہ زندہ ہے یہ نوازش نہیں ملے گا۔

۵۔ جو شخص اپنی عمر دوسروں کی خدمت گزاری میں صرف کرتا ہے۔ وہ دراصل شادکام ہے۔

مشق نمبر ۳۲

۲۷۔ ۱۔ بادشاہ شاہجہان نے تاج محل اپنی ملکہ کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے بنوایا تھا۔

۲۔ یہ وہی دغاباز شخص ہے۔ جو آج میرے بیڑیاں پہننے کا سبب ہوا۔

۳۔ کوئی شخص بھی جو بوتا ہے۔ اس کے سوا کچھ اور کاٹنے کی اُمید نہیں کر سکتا۔

۴۔ سفر سے اِنسان کے خیالات عموماً تبدیل ہو جاتے ہیں

۵۔ حقیقی خوشی ہمارے گھروں میں اس وقت مِل سکتی ہے۔ جب کہ ہماری مائیں اور بہنیں تعلیمیافتہ ہوں۔

۶۔ کسی اِنسان کو کھانا دینا اِتنا ضروری نہیں ہے۔ جتنا کہ اس کو خود کھانے کی راہ پہ لگا دینا۔

۲۸۔ ایک سوداگر کو اپنے دفتر کے لئے ایک کلرک کی ضرورت تھی۔ اُس نے اخباروں میں اس کا اشتہار دیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تقریباً پچاس اُمیدوار اپنی عرضیاں لے کر آئے۔ سوداگر نے اُن میں سے ایک کو منتخب کیا۔ اور باقیوں کو رخصت کر دیا۔ اُس وقت سوداگر کا ایک دوست اُن کے پاس بیٹھا ہؤا تھا۔ اُس نے پوچھا "اِس اُمیدوار کو تم نے کس وجہ سے منتخب کیا؟ اس کے پاس تو ایک بھی سرٹیفکیٹ نہیں ہے"

سوداگر نے جواب دیا۔ "میرے دوست تم غلطی پر ہو۔ اس نوجوان کے پاس بہت سے
سرٹیفکیٹ تھے۔ کمرہ میں داخل ہونے سے پہلے اس نے پائدان پر اپنے جوتے پونچھے۔
میں نے جان بوجھ کر ایک کتاب زمین پر ڈال دی تھی۔ دوسرے امیدوار اس کتاب
کو الانگھتے ہوئے آئے۔ لیکن اس نوجوان نے اس کتاب کو اٹھا لیا۔ اور اسے میز پر رکھ
دیا۔ اس نوجوان کے کپڑے صاف ستھرے تھے۔ اس کے بال اچھی طرح بنے ہوئے
تھے۔ اور اس کے ناخن صاف ستھرے تھے۔ ان باتوں سے مجھ کو یقین ہو گیا۔
کہ یہ نوجوان سب امیدواروں سے زیادہ لائق ہے۔"

مشق نمبر ۳۲

ف۔ پرشیا کے بادشاہ کے پاس ایک سپاہیوں کی پلٹن تھی۔ جن کو وہ بہت چاہتا تھا۔
جب کبھی کوئی نیا آدمی پلٹن میں بھرتی ہوتا تھا۔ تو اس سے بادشاہ ہمیشہ ایک ہی
سلسلہ میں چند سوالات کرتا تھا۔ وہ دریافت کرتا تھا۔ "تم کس عمر کے ہو۔ پھر
پوچھتا تھا۔ تم میری ملازمت میں کتنے عرصہ سے ہو؟ آخر میں دریافت کرتا تھا۔
کیا تم اپنے کھانے اور رہنے کی جگہ سے مطمئن ہو؟"

ایک فرانسیسی جو جرمن زبان نہیں جانتا تھا۔ اس مشہور پلٹن میں داخل ہوا
اس کے افسروں نے اس کو بتلا دیا۔ کہ بادشاہ اس ترتیب سے تین سوال کرے گا۔
اور ان کے جواب جرمن زبان میں اس کو حفظ یاد کرا دیئے۔ ایک دن بادشاہ آیا
اور اس نے فرانسیسی سے پوچھا۔ "میں نے تم کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ تم کب سے
میری ملازمت میں ہو؟ سپاہی ایک حرف بھی نہ سمجھا۔ لیکن اس نے جرمن زبان میں
جواب دیا۔ تیئیس برس۔ بادشاہ نے کہا۔ کیا؟ تو تمہاری عمر کیا ہے؟ اس نے
جواب دیا۔ تین ہفتے۔ بادشاہ بہت ناراض ہوا۔ اور بولا۔ تم پاگل ہو گئے ہو یا میں؟
فرانسیسی نے چپکے سے جواب دیا۔ "حضور! دونوں۔"

ما۔ ۱۔ جب تک تم سچ نہ کہو میں تمہاری کتابیں واپس نہیں کر سکتا۔
۲۔ جب چاہو اور جہاں چاہو جاؤ۔ مگر کمرے میں ہمیشہ قفل لگا جاؤ۔
۳۔ اگر اپنے جھگڑے کا فیصلہ مجھ سے کرانا چاہتے ہو۔ تو میرا فیصلہ ماننے کو تیار
رہو۔

۴- یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے بہت بُری چوٹ لگی۔
۵- تم کو اپنی بُری عادتوں پر شرم آنی چاہیئے۔

مشق نمبر ۳۴

۷- پریکلیز کے زمانہ میں ایتھنس میں سقراط نامی ایک عقلمند آدمی رہتا تھا۔ وہ اپنی زندگی نوجوانوں سے بات چیت کرنے میں گزارتا تھا۔ اور ان کو نیکی اور سچائی سے محبت کرنی سکھاتا تھا۔ ایک دن ایتھنس میں ایک آدمی آیا۔ جس کا یہ دعوے تھا۔ کہ چہرہ دیکھ کر کسی آدمی کا چال چلن بتلا سکتا ہے۔ جو نوجوان کہ سقراط کے پَیرو تھے۔ اور اس کی عملی باتیں سُنا کرتے تھے۔ انہوں نے اس آدمی کی لیاقت جانچنے کے لیئے اس کو بلایا۔ اور سقراط کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ بتاؤ اس بڈھے کا چال چلن کیسا ہے۔ سقراط بہت بدصورت تھا۔ اس آدمی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ یہ آدمی خراب اور بدمزاج ہے۔ اس نوجوان کو ہنسی آگئی۔ کیونکہ وہ اپنے اُستاد کی خوبیوں سے واقف تھے۔ مگر سقراط نے مسکرا کے کہا۔ یہ آدمی غلطی نہیں کر رہا ہے میں بُرائی کی طرف مائل تھا۔ مگر میں نے ایک عرصہ کی کوششوں کے بعد اپنی بُرائیوں پر قابو حاصل کر لیا ہے۔

مشق نمبر ۳۵

بہت برس ہوئے جب فرانس اور انگلستان میں لڑائی ہو رہی تھی۔ اور سپاہی اور ملاح دونوں اکثر قیدی بنائے جاتے تھے۔ ایک انگریز ملاح کئی برس سے ایک فرانسیسی جیلخانہ میں قید تھا۔ مگر جب صلح ہوئی وہ چھوڑ دیا گیا۔ لنڈن پہنچنے پر جب کہ وہ ایک دن دریائے ٹھیمس کے کنارے میں سے ایک پُل کے قریب سے گزر رہا تھا۔ اس نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے پاس بہت سی چڑیاں بیچنے کے لئے تھیں۔ جیک سے ان چھوٹے جانوروں کو قید میں نہ دیکھا گیا۔ اس نے سب چڑیاں مول لے لیں اور پنجرے کا دروازہ کھول کر ایک ایک کر کے اُن کو باہر نکالا اور اُڑا دیا۔ چڑیا بیچنے والے کو بہت تعجب ہوا۔ اور اس نے جیک کو اس بیوقوفی کی حرکت پر ملامت کی۔ آخرکار جیک نے جواب دیا۔ اگر تم اتنے دن جیل خانے میں قید رہے

ہوتے۔ جتنے دن کہ میں رہا ہوں۔ تو تم کو بھی اِن چڑیوں کو آزاد ہوتے ہوئے دیکھ کر خوشی ہوتی۔

مشق نمبر ۳۶

ایک دن ایسا ہوا کہ دوپہر کے قریب جب مَیں اپنی کشتی[1] کی طرف جا رہا تھا سمندر کے کنارے پر ایک آدمی کے ننگے[2] پاؤں کا نشان دیکھ کر جو ریت پر صاف طور پر[3] نمایاں تھا۔ مجھے سخت تعجب ہوا۔ مَیں حیرت زدہ آدمی[4] کی طرح کھڑا ہو گیا۔ جیسے میں نے کسی بھوت کو دیکھا ہو۔ میں[5] نے کان لگایا۔ اور اپنے چاروں طرف دیکھا۔ مجھے کچھ سنائی نہ دیا۔ اور نہ کوئی دکھائی دیا۔ مَیں ایک اونچے مقام پر گیا۔ تاکہ دور تک نظر دوڑاؤں مَیں سمندر کے کنارے نیچے اوپر پھرتا رہا۔ لیکن سوائے اس نشان کے مجھے کوئی اور نشان پیر کا نہ دکھائی دیا۔ مَیں پھر اس نشان تک گیا۔ کہ دیکھوں تو[6] وہاں کوئی نشان اور بھی ہے۔ یا یہ محض میرا خیال ہی ہے۔ لیکن وہاں شک کی گنجائش ہی نہ تھی۔ اس لئے کہ وہاں پورا نشان ایک پاؤں کا منہ، انگلی۔ ایڑی اور پاؤں کے ہر حصّہ کے موجود تھا۔ اس کو مَیں نہ سمجھ سکا۔ اور نہ خیال کر سکا۔ کہ یہ نشان وہاں کیسے آیا۔ جب مَیں اپنے گھر پہنچا۔ تو اس طرح اندر بھاگا۔ کہ جیسے کوئی میرا پیچھا کر رہا ہو۔

مشق نمبر ۳۷

اکبر بہت بڑا بادشاہ تھا۔ اس نے بہت سی فتوحات حاصل کی تھیں لیکن وہ ایک چیز کا خواہشمند تھا۔ جو قسمت سے اب تک عطا نہیں[1] ہوئی تھی۔ اس کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ اس نے اکثر مزاروں کی زیارت بھی کی تھی۔ آگرہ سے بیس میل کے فاصلے پر موضع سیکری میں شیخ سلیم نامی ایک درویش جھونپڑے میں رہتے تھے۔ انہوں نے بادشاہ[2] سے پیشین گوئی کی۔ کہ ان کی دعا قبول ہو گی۔ اور بادشاہ کے یہاں تین لڑکے پیدا ہوں گے۔ ۱۵۶۹ء[1] کے آخر میں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام سلیم رکھا گیا۔ اور اپنے بیٹے کی پیدائش کی یاد[3] میں اکبر نے چاہا۔ کہ اس مقام کو اپنا دار السلطنت بنائے۔

مشق نمبر ۳۸

ایک روز موسم بہار میں راجہ پرجت اپنی رانیوں کو اپنے ایک باغ کی بہار دکھلانے کے لئے لے گیا۔ باغ میں ایک تالاب تھا۔ اور تالاب پر کنول تیر رہے تھے۔ اپنے باغ کی بہار پر مسرور ہوکر راجہ نے اپنی پوشاک اُتار دی۔ اور تالاب میں غسل کیا۔ اس نے کنول کا ایک پھول توڑ لیا۔ اور کنارے پر لے جاکر اپنی ایک رانی کو نذر کیا۔ بدقسمتی سے پھول اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ رانی کے پیر پر گرا اور اُسے زخمی کر دیا۔ راجہ نے حکم دیا کہ جب تک یہ اچھی نہ ہو جائیں۔ بڑی احتیاط سے ان کا علاج ہو۔ اسی رات کو طلوع ہوتے ہی چاند کی کرنیں دوسری رانی پر پڑیں۔ اور اسکی کھال جھلس گئی۔ دوسرے روز صبح ایک پڑوسی کے دھان کوٹنے کی آواز تیسری رانی کے کانوں میں پڑی۔ اس سے اُس کے سر میں ایسا سخت درد ہوا کہ وہ بے ہوش ہوگئی۔

"ان تینوں رانیوں میں کون سب سے زیادہ نازک تھی؟"

"وہی جو دھان کوٹنے کی آواز سے بے ہوش ہو گئی۔"

مشق نمبر ۳۹

سب سے زیادہ افسوس ناک نظارہ شاید وہ تھا۔ جب قریب المرگ مصنف نے اپنے کام کو دوبارہ شروع کرنے کی آخری کوشش کی۔ ۱۷ جولائی ۱۹۳۲ء کو سوتے سے اٹھ کر اس نے خواہش ظاہر کی۔ کہ میرے لکھنے کا سامان تیار کیا جاوے۔ جس کرسی پر وہ آرام کرتا تھا وہ اس کے کتب خانہ میں سرکا دی گئی۔ اور اس کی میز کے سامنے لگا دی گئی۔ اور اس کی بیٹی نے اُس کے ہاتھ میں قلم دیا لیکن افسوس اس کی اُنگلیوں میں قلم پکڑنے کی طاقت نہ تھی۔ قلم کاغذ پر گیا۔ اور وہ بیچارہ بوڑھا کرسی پر ڈھلک کر چُپ چاپ رونے لگا۔

(پنجاب یونیورسٹی ۱۹۳۲ء)

مشق نمبر ۴۰

الف۔ اِس میں شک نہیں کہ ڈوپلے بڑا لائق مدبر اور بہادر آدمی تھا۔ اور حکمتِ عملی سے ہندوستان میں فرانسیسیوں کی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ ممکن ہے۔ کہ اگر فرانس کی سرکار ڈوپلے کی پوری مدد وقت پر کرتی تو اس کی دلی آرزوئیں پوری ہو جائیں مگر خاص وجوہات کے باعث اس کی کوششیں بار آور نہ ہو سکیں۔ اوّل تو فرانس کی سرکار خود یورپ کے جھگڑوں میں پڑی ہوئی تھی۔ اور اُسے دم لینے کی فرصت نہ تھی۔ اور نہ ہی اُس کی مالی حالت اچھی تھی۔ کہ وہ کمپنی کے روپیہ سے مدد کر سکیں اِدھر خود کمپنی کا دیوالیہ نکلنے کو تھا۔ اُس کے مقابلے میں انگریزی کمپنی کی تجارت روز افزوں ترقی پر تھی۔

ب۔ ۱۔ بوند بوند کر کے تالاب بھرتا ہے۔
۲۔ گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز۔
۳۔ بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لو۔
۴۔ سب لوگوں کا فرض ہے۔ کہ وہ تن من دھن سے اپنے ملک کی مدد کریں۔
۵۔ اُس نے کہا۔ کہ تمہیں موت سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ آدمی کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے۔

مشق نمبر ۴۱

الف۔ ہم سب لوگوں کے دِل میں ایک ایسی طاقت ہے جو ہم سب کو بُرے کام سے روکتی ہے۔ اور اچھے کام کی طرف ہم سب کی خواہش کو راغب کرتی ہے۔ یہ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ جب کوئی شخص بُرا کام کرتا ہے۔ تو بغیر کسی کے کہے آپ ہی شرماتا اور دِل میں دُکھی ہوتا ہے۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہماری ضمیر جو ہمیں کہے اُس کے مطابق ہم کریں۔ جب تمہارا دِل کوئی کام کرنے سے ہچکچائے اور دُور بھاگے۔ تو کبھی تم اس کام کو نہ کرو۔ تمہیں اپنا فرض ادا کرنے میں بہت تکلیفیں برداشت کرنی پڑینگی لیکن اِس سے تم اپنی ہمت نہ چھوڑو۔ کیا ہوا۔ جو تمہارے پڑوسی دھوکے اور جھوٹ سے مالدار ہو گئے۔ اور تم غریب ہی رہے۔ کیا ہوا۔ جو دوسرے لوگوں نے جھوٹی خوشامد

کر کے بڑے بڑے عہدے حاصل کر لئے اور تمہیں کچھ نہ ملا۔ کیا ہوا جو دوسرے کمینہ کام کر کے آرام پاتے ہیں۔ اور تم ہمیشہ تکلیف میں رہتے ہو۔ تم اپنے فرض سے کبھی نہ ہٹو اور دیکھو اس سے بڑھکر صبر اور عزت کیا ہو سکتی ہے۔ کہ تم اپنا فرض ادا کر سکتے ہو۔ چاہے کچھ ہی ہو۔

ح۔ ۱۔ تم جتنے چھوٹے ہو اُتنے ہی کھوٹے ہو۔

۲۔ کیا تم کل سینما گئے تھے؟ ہاں میں نہیں گیا تھا۔

۳۔ تمہیں ہر روز صبح اٹھنا چاہیئے۔ اور داتن سے دانت صاف کر کے اشنان کرنا چاہیئے۔

۴۔ ہم کو ہر وقت خدا کا شکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے وہی ٹھیک ہے۔

۵۔ حرام کا مال حرام میں ہی جاتا ہے

مشق نمبر ۴۲

ط۔ ہر ایک شخص کی زندگی میں دو۔ اور بہت سے آدمیوں کی زندگی میں تین واقعات بہت ہی بڑے ہوتے ہیں۔ پہلا واقعہ اس کی پیدائش کا دِن۔ دوسرے شادی کا دِن اور تیسرے موت کی گھڑی ہے۔ پیدائش کا دِن در اصل بہت ہی بڑا واقعہ ہے لیکن شادی اور موت سے اس کی قسمت پر جیسا سکہ بیٹھتا ہے۔ ویسا اور کسی واقعہ سے نہیں۔ شادی میں صرف اُن دو شخصوں کو ہی خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ جو شادی کی زنجیر میں بندھ گئے ہیں۔ بلکہ کم سے کم کسی حد تک تو بہت سے رشتہ داروں کی خوشی اور حالات پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اتنا ہی کیوں۔ اب تک ناپیدا شدہ مستقبل کی ایک نسل کی قسمت اور خوشی بھی اسی واقعہ پر منحصر ہے۔ شادی کے بعد انسان کی زندگی کا سفر صرف اپنے لئے نہیں ہے بلکہ عورت اور بچوں کے لئے ہے۔ یا بڑے معنوں میں یوں کہئے۔ کہ قوم کی بھلائی کے خیال سے اپنے وارثوں کے لئے ہے۔ اپنے آپ کو وہ دوسروں کو اس طرح سونپ دیتا ہے۔ کہ مر جانے پر بھی وہ زندہ رہتا ہے۔ اس کے ہر ایک کام میں اس کی بیوی اور بچوں کی بھلائی کا خیال اُسے لگا رہتا ہے

ی۔ ۱۔ ایک تو سیدھی سڑک تھی۔ دوسری کھیتوں میں سے ہو کر پگ ڈنڈی جاتی تھی

۲- سادھو نے اپنے چیلے سے کہا۔ کہ جیسا تم کروگے ویسا بھروگے۔
۳- دُور کے ڈھول سہاونے
۴- اُس نے نہ صرف مجھے مشورہ ہی دیا بلکہ روپیہ سے بھی مدد دی۔
۵- اُستاد نے بچوں سے کہا۔ کہ جہاں چاہ وہاں[۲] راہ۔

مشق نمبر ۴۳

ایک بُڑھیا نے جس کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ ایک حکیم کو اچھا کرنے کو بُلایا۔ اور گواہوں کے سامنے یہ اس[۱] سے طے کیا۔ کہ اگر حکیم اس کا اندھاپن دُور کر دے۔ تو اس بُڑھیا سے کچھ روپیہ ملے۔ اور اگر اس کی بیماری دُور نہ ہو۔ تو وہ اُسے کچھ نہ دے۔ جب یہ اقرار نامہ ہو گیا۔ تو حکیم اُس کی آنکھوں پہ وقتاً فوقتاً اپنی[۳] مرہم لگانے لگا۔ اور ہر مرتبہ کچھ نہ کچھ لے کہ تھوڑا تھوڑا کرکے اس کا اسباب چُرا لے گیا۔ اور جب بُڑھیا کا جو کچھ تھا سب لے لیا۔ تو اُسے اچھا کر دیا۔ اور وعدے[۴] کے روپے مانگنے لگا۔ بُڑھیا کی جب آنکھیں کُھل گئیں۔ اور اپنے گھر میں ذرا بھی اسباب نہ پایا تو کہنے لگی۔ اب میں کچھ نہ دوں گی۔ حکیم نے اپنے دعوےٰ پر اصرار کیا۔ اور جب بُڑھیا نے پھر انکار کیا۔ تو حاکم کے سامنے طلب[۶] کیا۔ بُڑھیا نے عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر یوں کہا۔ یہ شخص جو یہاں ہے۔ جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے۔ کیونکہ میں نے اسے روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ جبکہ میری آنکھیں کُھل جائیں۔ لیکن اگر میں اندھی رہ جاؤں تو کچھ نہ دوں۔ اب وہ کہتا ہے کہ میں اچھی ہو گئی ہوں۔ لیکن برخلاف اِس[۲] کے میں یہ کہتی ہوں۔ کہ میں اب تک اندھی ہوں۔ کیونکہ جب میری آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ اس سے پیشتر میں اپنے گھر میں بہت سا اسباب اور قیمتی مال دیکھتی تھی۔ اب وہ قسم کھاتا ہے کہ میرا اندھاپن جاتا رہا ہے۔ مگر میں اسی دن سے ایک چیز بھی نہیں دیکھتی۔

مشق نمبر ۴۴

لنڈن کے مشہور حکیم سر ولیم گل (SIR WILLIAM GULL) کو ایک دن سویرے ایک تار ملا جس میں اُن سے درخواست کی گئی تھی۔ کہ دُور کے ایک گاؤں

میں ایک سخت بیمار کو دیکھ جائیے۔ وہ فوراً لنڈن سے روانہ ہو گئے۔ اور گاؤں کے ایک چھوٹے سے سٹیشن پر پہنچے۔ جیسے ہی وہ گاڑی سے اُترے ان کو ایک چھوٹا لڑکا ملا۔ جو انہیں ایک چھوٹے سے جھونپڑے میں لے گیا۔ جہاں ایک غریب بیوہ نے اُن کی آؤ بھگت کی اور کہنے لگی میرا لڑکا بہت بیمار ہے۔ اور حکیم لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ لڑکا وہ کونے میں ہے۔ لڑکا وہیں دِق میں مر رہا ہے۔ جب حکیم نے اُسے اچھی طرح دیکھ لیا۔ اور ضروری ہدائتیں کر دیں۔ تو بیوہ بولی۔ لنڈن سے آنے کا آپ کیا لیتے ہیں۔ سر ولیم نے کہا کہ میری فیس سو گنی ہے۔ بچاری عورت کے آنسو نکل پڑے۔ اور چلا کے بولی۔ اتنی بڑی رقم تو میں نے عمر بھر نہیں دیکھی۔ گل بولے۔ تو بتاؤ تم نے مجھے کیوں بلایا۔ بیچاری عورت نے تب بیان کیا۔ کہ میں نے اخباروں میں پڑھا تھا۔ کہ آپ نے پرنس آف ویلز کی جان بچائی۔ اور میرے لڑکے کی جان سے بیش قیمت دُنیا میں کوئی چیز نہیں ہے۔ لہذا میں نے خیال کیا ہے۔ کہ آپ ہی کو اپنا لڑکا دکھاؤں۔

مگر تم نے میری فیس کا بھی ضرور خیال کر لیا ہو گا؟

نہیں! مجھے اپنے لڑکے کے سوا کسی بات کا خیال نہ تھا۔

سر ولیم نے اپنا ہاتھ بیوہ کے کندھے پر رکھ دیا۔ اور کہا۔ میں تمہارے لڑکے کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ مہلک مرض میں مبتلا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم غریب ہو۔ اور یہ کہہ کے انہوں نے اُس کے ہاتھ میں پانچ پونڈ کا نوٹ دے دیا۔

مشق نمبر ۴۵

ہ۔ اس موقعہ پر جسونت سنگھ کی رانی جس سلوک سے اپنے شوہر کے ساتھ پیش آئی۔ وہ بھی سُننے کے لائق ہے۔ یعنی رانی نے جب سُنا۔ کہ راجہ پانسو سپاہیوں کے ساتھ معرکے سے جان بچا کر نکل آیا ہے۔ تو اُس نے بجائے اس کے کہ اُس آفت سے بچنے کی مُبارکباد دیتی اور تسلی دیتی۔ فوراً حُکم دیا۔ کہ قلعے کے دروازے بند کر دو۔ ایسے بے عزت نامراد کو ہرگز نہ آنے دوں گی۔ ایسا شخص اور میرا شوہر۔ میرے باپ کا داماد۔ اور ایسا بے غیرت۔ میں ہرگز اس کا مُنہ دیکھنا نہیں چاہتی۔ جو شخص ایسے نامور رانا کا رشتہ دار ہو چاہیئے کہ اُس کی شجاعت اور نیکنامی کی تقلید اور پیروی

کرے۔ اور اگر فتح نہ کر سکے۔ تو بہادری سے جان دے دے۔

(پنجاب یونیورسٹی ۱۹۰۷ء)

ٹ۔ ۱۔ دیکھو۔ اگر تم آپس میں لڑو گے۔ تو سب کو کمرے سے باہر نکال دوں گا۔ اور تم اس کھیل کو نہ دیکھ سکو گے۔

۲۔ تم کو چاہیئے۔ کہ غریبوں کی مدد کرو۔ تمہارے روپے پر اگر دس غریب لوگ پل سکتے ہیں۔ تو اس سے بڑھ کر خوشی تمہیں اور کیا ہو سکتی ہے۔

۳۔ اس کتاب کو آپ چھٹیوں میں دل لگا کر پڑھیں۔ اور پھر بھی آپ اسے سمجھ نہ سکیں۔ تو آپ میرے پاس آ جائیں۔ میں آپ کی ساری مشکلات رفع کر دونگا۔

۴۔ آج میں تمہارے پاس سات بجنے میں پندرہ منٹ پر آؤں گا۔ کپڑے پہن کر تیار رہنا۔ پھر ہم دونوں دریا پر سیر کرنے کے لئے جائیں گے۔

۵۔ اس لڑائی میں سکھوں نے خوب بہادری دکھائی۔ دشمنوں کا خوب مقابلہ کیا اور اُن کو نیچا دکھایا۔

مشق نمبر ۴۶

ﮦ۔ جس وقت میں بلوغت[۱] کو پہنچا۔ تو مجھ کو یہ شوق پیدا ہوا۔ کہ کسی جہاز کا ناخدا ہو کر کسی ملکِ غیر کو جاؤں۔ پس جب میرے والدین اور دوست و آشنا میرے اس ارادۂ ناصواب سے واقف ہوئے۔ تو ہر ایک نے دروازۂ[۲] نصیحت کھولا۔ اور سفر کی قباحتوں سے کماحقہ مجھے آگاہ فرمایا۔ اور طرح طرح سے باز رکھنا چاہا۔ مگر مجھ کو سفر کی تمنا اس درجہ تھی۔ کہ ہرگز کسی کی نصیحت پر عمل نہ کیا۔ بلکہ اُن کے سمجھانے سے میرے شوق کو ترقی ہوتی تھی۔ آخر کار ولولۂ شوق[۳] سے اپنی آرزو پوری کرنے کے لئے کوشش کرنے لگا۔ میرے والد کمال تیز فہم اور ذی عقل تھے۔ میرے منشاءِ دلی سے آگاہ ہو کر نصیحتیں مجھے فرمائیں۔ اس عرصہ میں والد موصوف کی طبیعت کچھ عرصہ علیل ہو گئی۔ جب مرض کی شدت[۴] سے گھبرائے۔ ایک روز مجھے بُلا کر سفر سے باز آنے کے بارے میں[۵] بہت سمجھایا اور فرمایا۔ اے نورِ چشم تم ہم کو اور اپنی ماں کو اس بڑھاپے میں تنہا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔

(پنجاب یونیورسٹی ۱۹۰۵ء)

ط - ۱- اگر زمانہ امن کی قدر نہ کرو گے۔ اور اس سے فائدہ نہ اُٹھاؤ گے۔ تو تم کو اپنی عقل پر آٹھ آٹھ آنسو رونا پڑے گا۔

۲- نہ کسی سے لڑو نہ جھگڑو۔ نہ مقدمے کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے سرکاری عدالتوں سے ڈرو۔

۳- کسی کو اصلی بات کی خبر نہیں۔ ہر ایک اپنی ہانکتا ہے۔ اگر سچ پوچھو تو اس کو پھانسی ہی نہیں دی گئی۔

۴- اگر تم کسی کا دل دُکھاؤ گے۔ تو ہمیشہ کے لئے آدمیوں کی نظروں سے گر جاؤ گے۔ ساری دُنیا تمہیں کوسے گی۔

۵- رات کافی گزر گئی ہے۔ اب سو جاؤ۔ صبح اُٹھ کر پھر اس سوال پر مغز خرچ کریں گے۔ حساب بھی بڑی بُری بلا ہے۔

مشق نمبر ۴۷

a- دُنیا کے کسی مُلک میں ریلوں کے جاری ہونے سے اتنا انقلاب نہیں ہوا ہے۔ جتنا کہ کناڈا میں ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے مشرقی کناروں کے کچھ کم آباد ضلعوں کے علاوہ کناڈا جہاں تک کہ انسان کا تعلق ہے۔ ایک سنسان عالم تھا۔ لیکن ریل کے بننے سے جو مشرق اور مغرب مل گئے۔ اور پردیسی اور بسنے والوں کے لئے یہ سرزمین کھل گئی۔ تو کناڈا اپنی تاریخ کے نئے دور میں آگیا۔ پہلی بڑی ریل کو تیار ہوئے نسبتاً چند ہی سال گزرنے پائے تھے۔ کہ سنسان میدان اور الگ تھلگ پہاڑیوں کی وادی ہرے بھرے اناج کے کھیت اور بھرے پڑے پھلوں کے باغ بن گئے۔ اور ہزاروں میل تک ریل کی سڑک کے کنارے کاروباری قصبوں اور دولت مند شہروں کی قطاریں قائم ہو گئی ہیں۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں صرف ایک ہی ریل تقریباً ایک کروڑ مسافروں کو لے گئی تھی۔ (پنجاب یونیورسٹی سنہ ۱۹۲۴ء)

b- ۱- آپ کو نصیحت کرنا پتھر سے سر پھوڑنا ہے۔

۲- آپ نے تو اپنے نوکر پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔

۳- انہوں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ ان کو دھوکا دینا آسان کام نہیں۔

۴- شراب خوری نے ہزاروں کو مٹی میں ملا دیا ہے۔

مشق نمبر ۴۸

ع۔ رات آخر ہوئی۔ صبح صادق کا جلوہ نظر آنے لگا۔ ستارے جو رات کی تاریکی میں چمک دمک دکھا رہے تھے۔ اپنی روشنی کو پھیکا دیکھ کر آہستہ آہستہ غائب ہوئے جیسے چور نور کا تڑکا ہوتے ہی اپنے ٹھکانے کو بھاگتے ہیں۔ ایسے ہی شب کی سیاہی کا رنگ اُڑا۔ مشرقی افق پر سفیدی نمودار ہوئی۔ گویا محبوبِ صبح نے رات کے سیاہ بکھرے ہوئے بالوں کو چہرے سے سمیٹ لیا۔ اور اس کی نورانی پیشانی نظر آنے لگی۔ نسیم سحری نوجوانوں کی طرح خوش خرامی کرتی ہوئی چلی۔ نرم نرم شاخیں جھومنے لگیں۔ جانوروں نے چہچہانا شروع کیا۔ باغ میں غنچے کھلنے لگے۔ جیسے نیند سے کوئی آنکھیں کھولے۔ دریا میں پتلی پتلی لہریں پڑیں۔ اور سب لوگ اپنا اپنا کام کرنے لگے۔

ط۔ ۱۔ مرتے کو بے دردی سے مارنا جوانمردی کا کام نہیں۔

۲۔ اُنہوں نے اپنی تمام جائیداد مقدمہ بازی میں صرف کر دی۔

۳۔ ہمیشہ دن ایک جیسے نہیں رہتے۔

۴۔ اِنسان آزاد پیدا ہوتا ہے۔ لیکن ہم اُسے ہر جگہ زنجیروں سے جکڑا ہوا دیکھتے ہیں۔

۵۔ مُلکی محبت کے سامنے سچائی اور انصاف نہیں ٹھہر سکتے۔

مشق نمبر ۴۹

ع۔ ہمیں ہر روز صبح سیر کے لئے جانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ صحت کے لئے بہت فائدہ مند ہے اور قدرت کے عجیب نظاروں سے دِل خوش ہوتا ہے۔ سڑک پر صبح کے پیدل سیر کرنے والے ننگے سر مِلتے ہیں۔ اور کسان لوگ اپنے بیلوں کو آگے آگے ہانکتے جاتے ہیں۔ اُن کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں ہوتا ہے۔ اور مست ہو کر گیت گاتے جاتے ہیں بہت سے لوگ ٹٹی ہو کر کنوؤں پر اشنان کر کے واپس لوٹتے ہیں۔ امیر لوگ اپنی اپنی گاڑیوں میں سیر کرتے ہیں۔ اور صبح کی ہلکی پھلکی ہوا کھا کر اپنی تندرستی کو قائم رکھتے ہیں۔ طالب علم دوڑ لگاتے ہیں اور خوش رہتے ہیں۔ صبح ہمیں پرندے ٹہنیوں پر بیٹھے ہوئے پرماتما کے بھجن گاتے ہوئے مِلتے ہیں۔ کوئل اپنے گیت سے سارے سنسار کو زندہ کر دیتی ہے۔ یہ صبح کی

ہوا کا ہی کھانا ہے۔ کہ زمینداروں کو اس قدر طاقتور بنا دیتا ہے۔ کہ تمام دن کی محنت ومشقت کے بعد ان کو کھانا بہت ہی لذیذ معلوم ہوتا ہے۔ زمین پر ہری ہری گھاس ایسی معلوم ہوتی ہے۔ گویا مخمل کا فرش بچھا ہے۔ شبنم کی بوندیں صبح کی روشنی میں چمکتی ہوئی اس قدر خوبصورت معلوم ہوتی ہیں کہ دل چاہتا ہے۔ کہ اس امرت کا مزہ انسان سدا اُٹھاتا رہے۔

b ۔ ۱۔ کیا بتاؤں صبح سے پھرتے یہ وقت آیا۔ نہ پانی پیا ہے نہ کھانا کھایا ہے۔ پیسہ تک کا کام نہیں ملا۔

۲۔ بھائی قرضہ بہت بُری چیز ہے۔ کسی سے ایک پیسہ اُدھار نہیں لینا چاہیئے۔ تم موہن لال کی بابت جانتے ہو۔ اس نے اپنی تمام دولت شراب کے پینے میں اڑائی پھر آؤ دیکھا نہ تاؤ دیکھا۔ بے حد قرضہ لینا شروع کر دیا۔ کچھ دن تو قرضہ دینے والے چپ رہے۔ لیکن اب انہوں نے اس کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ اس کا گھر مکان اور اسباب نیلام کرانے کو پھرتے ہیں۔

مشق نمبر ۵۰

a ۔ ورزش کرنے سے ہاتھ پیر مضبوط ہو جاتے ہیں۔ بھوک خوب لگتی ہے۔ کھانا اچھی طرح ہضم ہوتا ہے۔ خون کا دورہ تیز ہو جاتا ہے۔ پھیپھڑوں میں تازہ ہوا زیادہ مقدار میں جاتی ہے۔ جس سے خون صاف ہوتا ہے۔ چہرے پر رونق ہوتی ہے۔ ہمت اور حوصلہ بڑھتا ہے۔ عمر دراز ہوتی ہے۔ بعض پیشے ایسے ہیں۔ جن میں خود بخود ورزش ہو جاتی ہے۔ کسان جو دن بھر ہل جوتتا ہے۔ لوہار جو وزنی ہتھوڑا چلاتا ہے۔ مزدور جو اینٹیں اٹھا اٹھا کر راج اور مستری کو دیتا ہے۔ ان لوگوں کو ورزش کی ضرورت نہیں لیکن طلباء اور دماغی کام کرنے والوں کیلئے ورزش اور تفریح بہت ضروری ہے۔ ورنہ ان کی صحت میں خلل آجائے گا۔ پڑھنے لکھنے سے صرف دماغ کی ورزش ہوتی ہے۔ تناسب قائم کرنے کے لئے باقی جسم کی ورزش بھی چاہیئے۔

b ۔ ۱۔ ٹھوک بجا کر دیکھ لو۔

۲۔ گاجر مولی۔

۳- لوہے کے چنے چبانا۔
۴- جناب مجھے تو آج کل سر کھجلانے کی بھی فرصت نہیں۔
۵- آپ نے اپنے لڑکے کو بہت سر چڑھایا ہوا ہے۔
۶- سر تھام کر بیٹھنے کو کیا ہوتا ہے۔ اس تکلیف سے بچنے کی تدبیر سوچئے۔

مشق نمبر ۵۱

ایک بادشاہ کے بارے میں یہ قصہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس کے پاس ایک باز تھا۔ جسے وہ بہت چاہتا تھا۔ اور ہمیشہ اپنے ہاتھ پر بٹھلائے رہتا تھا۔ ایک دن بادشاہ اپنی کلائی پر باز بٹھائے ہوئے شکار کو نکلا۔ اپنے ٹھیک سامنے ایک ہرن دیکھ کر اس نے گھوڑا دوڑایا اور اس کے پاس پہنچ کر اسے مار ڈالا۔ بادشاہ کے ساتھی اس کے پیچھے دوڑے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں بادشاہ ان سے بہت آگے نکل گیا۔ بادشاہ بہت پیاسا ہوا۔ اور پانی ڈھونڈھنے لگا۔ وہ چشمے کی تلاش میں چاروں طرف گھوڑے پر گیا۔ اور آخرکار اس نے پانی کی ایک بہتی دھار ایک پہاڑی کے دامن سے نکلتے دیکھی۔ اس نے چٹان پر ایک کٹورہ رکھ دیا۔ جس میں پانی بھر جائے۔ جب کٹورہ بھر گیا اور بادشاہ نے اسے منہ سے لگانا چاہا تھا کہ باز نے اسی وقت پر پھڑپھڑائے۔ اور پانی گرا دیا۔ بادشاہ بہت ناراض ہوا۔ مگر کٹورہ پھر اسی ٹھکانے پر رکھ دیا۔ اور دوبارہ اسے پانی سے بھر لیا۔ باز نے پھر جھپٹا مارا اور پانی گرا دیا۔ اب کی مرتبہ بادشاہ کو ایسا غصہ آیا کہ اس نے اپنے پیارے باز کو پتھر پر دے مارا۔ اسی وقت بادشاہ کا خدمتگار آ گیا۔ اور باز کو مردہ پڑا دیکھ کر متعجب ہوا۔ اور پوچھا کہ کیا واقعہ ہوا۔ بادشاہ نے سارا واقعہ بیان کیا اور اپنے نوکر سے کہا۔ کہ پہاڑی کے دامن سے پینے کو پانی لاؤ۔ نوکر ایک گھونٹ اس پانی کی بوتل میں سے جو اس کے پاس تھی۔ دینے لگا۔ مگر بادشاہ نے کہا۔ کہ نہیں ہم چشمے کا ہی پانی لیں گے۔ جونہی بادشاہ نے یہ پانی پیا۔ اس کا سارا جسم اس شدت سے کھجلانے لگا۔ کہ وہ مارے درد کے لوٹنے لگا۔ پانی میں ایک مہلک زہر ملا ہوا تھا۔ جسے باز اپنی خداداد سمجھ سے پہچان سکا تھا۔ بادشاہ کو اس سے بچانے کی کوشش کی تھی۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ چند گھنٹے بعد ساری سلطنت

میں بڑے بادشاہ کے مرنے سے بھی زیادہ اس بیچارے باز کے مرنے کا خلوص سے ماتم کیا گیا۔

مشق نمبر ۵۲

ہندوستان کے ڈکیتوں کی چالیں انوکھی ہوتی ہیں۔ جب کسی کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ تو اُسے پہلے آگاہ کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور معمولی چوروں کے برعکس ڈھول بجاتے اور جلتی مشعلیں ہاتھ میں لئے آتے ہیں۔

ایک بار ایک دولت مند کو ایک گمنام خط ملا جس میں اُسے ڈکیتی کی اطلاع دی گئی تھی۔ مارے ڈر کے اُس نے نقدی گہنا پاتا اور دیگر قیمتی چیزیں باندھ لیں اور جو دن خط میں لکھا تھا اُسی دن اپنے بال بچوں کے ساتھ کسی محفوظ جگہ پناہ لینے کے لئے گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ اُسی دن ایک عورت پڑوس کے ایک گاؤں سے آئی تھی۔ وہ کسی وجہ سے وہاں رہ گئی۔ اُسے نہ تو اس اطلاع کی خبر تھی۔ نہ گھر والوں کے بھاگ جانے کی۔ اور وہ چین سے سو رہی تھی۔ رات کو سناٹے میں ڈھول کی آواز اور شور و غل سن کر جاگ پڑی۔ وہ اپنے کمرے سے دوڑ کر باہر آئی تو دیکھا کہ ڈاکو گھر میں گھسے ہوئے ہیں۔ اور نہ گھر والوں میں سے کسی کا پتہ نہیں ہے۔ اس نے اوسان نہ چھوڑے۔ اُس کو اپنی جان اور عزت بچانے کے لئے فوراً ایک انوکھی چال سوجھی۔ اُس نے میز پر سے دوات اُٹھائی اور فوراً اپنے چہرے اور ہاتھوں کو سیاہی سے رنگ لیا۔ اور اپنے لمبے لمبے کالے کالے بال کھول کر اور منہ پھیلا کر سیڑھی کے سرے پر کھڑی ہو گئی۔ ڈاکو سیڑھی پر چڑھنے لگے۔ تو انکے مشعلوں کی روشنی ایک ایسی شکل پر پڑی جو چڑیل معلوم ہوتی تھی۔ یہ دیکھتے ہی ڈاکو خوفزدہ ہوئے اور گھر چھوڑ کر بھاگ گئے۔

مشق نمبر ۵۳

ایک دن ایک راجہ جو مشہور تیر انداز تھا۔ شکار کے لئے دوستوں اور ملازموں کے ساتھ نکلا۔ وہ جنگل میں گھوڑوں پر سوار جا رہے تھے۔ کہ یکایک ایک ہرن اُن کے آگے سے چھلانگ مارتا ہوا نکلا۔ اور جست کر کے جنگل کے راستوں میں ہو لیا۔ راجہ

نے فوراً اس کا پیچھا کیا۔ اور پیچھے پیچھے اس کے ہمراہیوں نے بھی گھوڑے دوڑائے لیکن ہرن ایسا تیز بھاگا۔ کہ کوئی اُسے پا نہ سکا۔ اور وہاں آخر گھنے جنگل میں غائب ہو گیا۔ لیکن پھر بھی راجہ شکار کے پیچھے دن بھر گھوڑا دوڑاتا پھرا۔ اور اس وقت باگ روکی۔ جب شام کو چاروں طرف اندھیرا چھانے لگا۔ اُس نے لمحہ بھر نظر دوڑائی لیکن کسی کو اپنے پاس نہ پایا۔ اُس کے ہمراہی بہت دور رہ گئے تھے۔ وہ گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اور جی میں آئی کہ جنگل کی تازی اور ٹھنڈی ہوا کا لطف اٹھائے عرصہ تک درختوں کے نیچے ٹہلتا رہا۔ رفتہ رفتہ اندھیرا چھا گیا۔ اور اس نے خیال کیا۔ کہ اب وقت آ گیا ہے کہ میں جلدی سے اپنے محل کی طرف واپس جاؤں۔ لیکن اندھیرا اتنا زیادہ ہو گیا تھا۔ کہ اُسے واپسی کا راستہ ڈھونڈھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ پس وہ ایک بڑے درخت کے اُوپر چڑھ گیا۔ اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ بہت دُور اُسے ہزاروں چراغوں کی روشنی میں ایک خوبصورت شہر جھلکتا ہوا نظر آیا۔ راجہ کو حیرت ہوئی کہ یہ کونسا شہر ہے۔ اور اُسے اسکے دیکھنے اور فتح کر لینے کا بڑا اشوق پیدا ہوا۔ اُس نے عہد کر لیا۔ کہ اگر کبھی میں اپنے دار السلطنت میں صحیح سلامت واپس گیا۔ تو اس شہر کے حاکم پر چڑھائی کر دوں گا۔

مشق نمبر ۵۴

کسی زمانے میں ایک کسان اور اُس کی بیوی ایک گاؤں میں رہا کرتے تھے۔ وہ بہت غریب تھے لیکن اُن کے پاس ایک گھوڑا تھا۔ جو کسان کے بڑے کام کا تھا۔ کسان اس گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کو جایا کرتا تھا۔ اور پڑوسی اِس سے اکثر اُسے مانگ لے جایا کرتے تھے۔ لیکن اُنہوں نے سوچا کہ یہ بہت خوب ہو۔ اگر ہم گھوڑے کو فروخت کر دیں۔ یا کسی ایسی چیز سے تبادلہ کر دیں۔ جو ہمیں زیادہ کار آمد ہو۔ لیکن زیادہ کار آمد چیز کیا ہو سکتی ہے؟ بیوی نے کہا۔ تم ہی اسے سب سے بہتر سمجھ سکو گے۔ آج میلے کا روز ہے سوار ہو کر شہر چلے جاؤ۔ اور روپیہ لے کر اس گھوڑے سے پیچھا چھڑاؤ۔ یا کسی دوسری چیز سے بدل لو۔ جو کچھ تم کرو گے میرے لئے ٹھیک ہو گا۔

بڈھا کسان سوار ہو کر میلے کو چلا۔ راستہ میں وہ ایک آدمی سے ملا۔ جو ایک گائے ہانکے جا رہا تھا۔ کسان گائے والے سے یوں بولا۔ "میں یقین کرتا ہوں کہ بہ نسبت گائے کے گھوڑے کی قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ گائے میرے لئے زیادہ کار آمد ہو گی۔ تم چاہو تو ہم بدل لیں۔"

"ضرور میں راضی ہوں۔" آدمی نے کہا۔ اور اس کے مطابق انہوں نے تبادلہ کر لیا۔ اب وہ شہر کے بہت نزدیک پہنچ گیا تھا۔ یہاں اسے ایک آدمی ملا۔ جو ایک مرغی لئے جا رہا تھا۔ کسان نے اپنے دل میں کہا میں نے جتنی مرغیاں اپنی عمر میں دیکھی ہیں۔ ان میں یہ سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اس نے فوراً پکار کر کہا۔ تبادلہ کرو گے؟ بس انہوں نے تبادلہ کر لیا۔ اب کسان پیاسا اور تھکا ہوا تھا۔ اسے کچھ کھانے کو اور ایک گلاس دودھ پینے کو چاہئے تھا۔ کچھ ہی دیر بعد اسے سرائے دکھائی دی۔ وہ اندر جانے ہی کو تھا۔ کہ اسے ایک آدمی ملا۔ جو سڑے آموں کا ایک بورا لئے تھا۔ اسے فوراً تبادلہ کا خیال ہوا۔ سودا جلدی ہی پٹ گیا۔ اس نے مرغی دے دی۔ اور سڑے آم لے لئے۔ ان آموں کو لیکر وہ گھر لوٹا۔ اس کی بڑھیا نے اس کو سواگت کیا۔ کسان نے تب تبادلے کی تمام کہانی سنائی۔ عورت اس پر ذرا بھی رنجیدہ نہ ہوئی۔ بلکہ وہ خوشی سے باتیں کرتی رہی۔ آخر کار اس نے یہ کہہ کر اپنی بات ختم کی۔ بوڑھا آدمی جو کرتا ہے۔ سدا ٹھیک ہوتا ہے۔ فائدہ اسی میں ہے کہ عورت جانے اور یقین کرے۔ کہ خاوند جو سمجھتا ہے وہی سب سے اچھا ہے۔ اور وہ جو کرتا ہے ٹھیک ہے۔

مشق نمبر ۵۵

ایک گاؤں میں رام داس نام کا ایک بنیا رہتا تھا۔ جو اپنے قصے کہا کرتا تھا۔ کہ میں نے ایک بار ایک عورت کو مگرمچھ کے منہ سے بچایا۔ جو ندی کے کنارے تاک میں پڑا رہتا تھا۔ اور ایک دفعہ میں نے دس آدمیوں کو چڑھی ہوئی ندی میں ڈوبنے سے بچایا۔ جب کہ وہ ندی کو عبور کر رہے تھے۔ گاؤں کا چوکیدار ان باتوں پر یقین نہیں کرتا تھا۔ اور ایک دفعہ اس نے طنز سے کہا۔ کہ بھائیو!

ہمیں شکر کے لئے ایک موقعہ ہے۔ اگر ڈاکو ہمارے گاؤں میں حملہ کریں گے تو ہم بالکل محفوظ رہیں گے۔ کیوں ہے نا؟ رامداس نے کہا۔ سنو! میں تمہیں دس ڈاکوؤں کی کہانی سناتا ہوں۔ یہ بات تب کی ہے جب میں اٹارہ گاؤں میں رہتا تھا۔ ہمارا گاؤں اس جنگل کے پاس ہی تھا۔ جو پہاڑیوں کی ترائی تک پھیلا ہے۔

اور پاس کے گاؤں میں کئی بار ڈاکے پڑے تھے۔ گاؤں والے اندھیرا ہونے کے بعد گھر سے باہر نہ نکلتے تھے۔ اور سب اپنے دروازے مضبوطی سے بند رکھتے تھے۔ اور لاٹھی پاس رکھتے تھے۔ کہ ضرورت پڑنے پر جلدی سے اُٹھالیں۔ ایک دن میں کچھ دُور کے ایک گاؤں میں گیا تھا۔ اور گھر لوٹتے وقت مجھے رات ہو گئی تھی۔ مجھے اپنے لئے فکر نہ تھی۔ لیکن جب میں اٹارہ میں موجود رہتا تھا۔ تو گاؤں والے اپنے کو محفوظ سمجھتے تھے۔ اس لئے جتنی تیزی سے ہو سکا میں چلا اور پیچھے مُڑ مُڑ کر چاروں طرف دیکھتا گیا۔ کہ اگر کہیں ڈاکو دکھائی دے جائیں تو اٹارا پہنچنے سے پہلے ہی اُن کو خوب پیٹوں۔ آخر کار میں نے اپنے پیچھے ڈاکوؤں کا ایک جتھا آتے دیکھا۔ وہ دس جوان تھے۔ اور میں رامداس اکیلا تھا۔ تو بھی میں نے جتنا تیز وہ دَوڑ سکتے تھے۔ اُن کو دوڑایا۔

چوکیدار ہنسا! اور ایک آدمی سے جو اُس کے پیچھے بیٹھا تھا۔ بولا۔ ہاں! میں بالکل یقین کرتا ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اس نے ڈاکوؤں کو بڑی تیزی سے بھگایا۔ یہ بھاگا جا رہا تھا۔ اور وہ اِس کے پیچھے دَوڑتے آرہے تھے۔

مشق نمبر ۵۶

بُدھو نام ایک موچی ایک پادری سے ایک جوڑا جُوتا بنانے کا حُکم پاکر بہت خوش ہوا۔ پادری نے پوچھا۔ یہ جُوتا مجھ کو کب ملے گا؟ اگلے سینچر کو۔ پادری نے کہا۔ دیر مت کرنا۔ تم خود ہی وقت مقرر کر دو۔ اور اس پر قائم رہو۔ بُدھو نے پادری کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا سینچر کی رات کو یہ جوڑا ضرور آپ کو مل جائیگا۔ جُوتے ٹھیک وقت سے تیار ہو گئے۔ لیکن کام کی جلدی میں بُدھو ان کو پادری کے پاس شنبہ کی شام تک لے جانا بھول گیا۔ پادری نے جب جوتے پہنے تو بالکل اپنی مرضی کے موفق پاکر کہا بُدھو! تم نے اُن لوگوں کی سفارش کو سچا ثابت کر دیا۔ جنہوں نے

تم کو میرے پاس بھیجا تھا۔ مگر تم نے مجھے ایک بات میں مایوس کیا۔ بدھو نے کہا۔ حضور! جوتے تو ٹھیک وقت سے تیار ہو گئے تھے۔ لیکن میں ان کو آپ کے پاس لانا بھول گیا۔ پادری نے اس پر کڑی نظر ڈالی۔ اور کچھ دیر ٹھہر کر پوچھا۔ کہ وہ باغبانی بھی جوتے بنانے کی طرح جانتا ہے؟ بدھو نے جواب دیا۔ نہیں حضور! لیکن میں نے کئی عمدہ باغ دیکھے ہیں۔ پادری نے کہا۔ اچھا آؤ اور میرا باغ دیکھو۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ باغ کے اندر ہو کر دوسرے کنارے تک گئے۔ اس وقت پادری نے دفعتاً کہا۔ مجھے واپس جانا ہے جب تک میں واپس نہ آؤں تم یہاں ٹھہرو۔ پادری بھاگ کر باغ سے باہر آیا۔ دروازے میں قفل لگایا اور کنجی اپنی جیب میں رکھ لی۔ بدھو ٹہلتا رہا۔ یہانتک کہ اندھیرا ہو گیا۔ اور دروازے کو بند پاکر وہ حیران ہوا۔ اس نے کئی دفعہ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور آواز دی۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ اس نے اپنے آپ کو سرد اندھیری رات میں ایک مقام پر مقید پایا۔ جو اونچی اونچی دیواروں سے گھرا ہوا تھا۔ پادری اپنے پڑھنے کے کمرے میں دو بجے رات تک رہا۔ باہر آنے پر اس نے نوکروں کو آواز دی۔ جو اپنے مالک کی آواز پر فوراً پہنچے۔ اس نے ان سے کہا۔ مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ کوئی چور باغ میں گھسا ہے۔ اور لالٹین لے کر ان لوگوں کو باغ میں لے گیا۔ روشنی دیکھ کر بیچارا بدھو ڈرتا ہوا ان کی طرف آیا۔ اس کے آتے ہی پادری چلایا۔ وہ چور ہے۔ اس کو گولی مارو۔ بدھو ڈر کر چلایا۔ "خون۔ خون"۔ پادری نے لالٹین اس کے چہرے کے برابر کی اور سنجیدگی سے کہا۔ "بدھو تم یہاں کیسے آئے؟" بدھو نے جواب دیا۔ حضور! کیا آپ کو یاد نہیں ہے۔ کہ مجھ کو شام کو آپ یہاں لائے تھے؟ آہ! میں اس کو ویسے ہی بھول گیا۔ جیسا کہ تم جوتے کو بھول گئے تھے۔ پھر اپنے ایک نوکر کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ اس آدمی کو کچھ کھانے کو دو۔ اور گھر پہنچا دو۔

مشق نمبر ۵۷

(ا)۔ پھر کیا ہوا میں آگے بیان نہیں کر سکتی۔ آج پندرہ دن سے میں نے کچھ نہیں کھایا اور اب وہ گھڑی قریب آ رہی ہے۔ جب میری خواہش پوری ہو جائے گی۔

اِتنا کہہ کر دیوی چُپ ہو گئی۔ یہ درد بھری داستان سُن کر میرے رونگٹے[۱] کھڑے ہو گئے۔ دیوی نے پھر اناج کا دانہ نہیں کھایا۔ اور پانی کا ایک گھونٹ تک نہیں پیا۔ پندرہ دِن چھوڑ اٹھارہ دِن بغیر کچھ کھائے گزار دیئے۔ ایک ہی جگہ بیٹھ کر اُس کا دھیان لگا تھا۔ دیوی نے تپسیا کی۔ اور آخر ایک دِن جب کہ آسمان صاف تھا۔ سُورج چمک رہا تھا۔ لوگ اپنے کاروبار میں لگے تھے۔ دیوی اپنی جگہ سے اُٹھی خود ہی صاف سُتھرا پانی لائی۔ نہائی اور صاف کپڑے پہن کر پھر پہلی جگہ پر لیٹ گئی۔ اور کہنے لگی "پیارے تِھتّ دِن آزمائش کر چکے۔ آج تو دامن نہ چھوڑ و نگی۔ اب جُدا نہ رہ سکونگی۔ یہ کہا اور جان دے دی۔ لوگ کہنے لگے۔ بھائی بالمکند کی دھرم پتنی ستی ہو گئی۔ میں نے کہا کہ "بلبل گل پر نثار ہو گئی"۔ یہ بناوٹ[۲] نہیں اصلیت ہے۔ کہانی نہیں حقیقت[۳] ہے۔

ج۔ ۱۔ نیم حکیم خطرہ جان۔

۲۔ گاڑی یہاں سے سیالکوٹ کے لئے بدلتی ہے۔

۳۔ تیسرے درجے کا مسافر خانہ کھچا کھچ بھرا پڑا ہے۔

۴۔ اُس کو آج دفتر سے جواب مِل گیا۔

۵۔ آج کل نوکری ملنی کوئی خالہ جی کا گھر نہیں۔

مشق نمبر ۵۰

س۔ ٹیونس (TUNNIS) کے سب سے بڑے بازار مصالحہ خوشبودار[۱] اور گہنوں ہیں۔ دُکانیں تنگ ہیں۔ کہ دُکاندار نہ اُن میں سیدھا بیٹھ سکتا ہے۔ اور نہ مُڑ سکتا[۲] ہے۔ ایسے ہی وہ اپنا عجیب لباس پہنے دِن بھر بیٹھا رہتا ہے۔ نہ اپنے گاہکوں کو بُلاتا ہے۔ اور نہ اُن کو اپنا سودا مول لینے کے لئے کوئی ترغیب دیتا ہے۔ اگر ہفتوں تک اُس کا کچھ بھی نہ بکے۔ تو اُسے کوئی شکایت نہیں۔ گہنوں کا بازار بالکل یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں کی دُکانیں بھی ویسی ہی چھوٹی چھوٹی ہیں۔ اور اُن کی ساری پُونجی ہیں دو چار کانوں کی بالیاں۔ آدھا درجن چھلے ہاتھ کے کڑے[۶] رہتے ہیں مشرقی مُلکوں میں لوگ عموماً اور عورتیں خصوصاً گہنوں کو سب چیزوں سے زیادہ چاہتی ہیں۔ اور کوئی تحفہ انہیں خوش کرنے کے لئے گہنے سے بڑھ کر نہیں۔ ان لوگوں کا کام

اکثر بھدا اور موٹا ہوتا ہے۔ جو کچھ مہین کام ہے۔ وہ یورپ سے لایا ہوا ہے۔

b - ۱ - کوئی اِنسان جو ہر دلعزیز بننا چاہتا ہے۔ کبھی حکومت نہیں کر سکتا۔

۲ - سڑک پر اُس کا پاؤں پھسل گیا۔ اور وہ بال بال کسی گاڑی کے نیچے آ جانے سے بچ گیا۔

۳ - چوری کے بیر میٹھے لگتے ہیں۔

۴ - میرے پیٹ میں چوہے ناچ رہے ہیں۔

۵ - کیا ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔

مشق نمبر ۵۹

a - ماں بچّے کو گود میں لئے بیٹھی ہے۔ باپ حُقّہ پی رہا ہے۔ اور دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ بچّہ آنکھیں کھولے پڑا ہے۔ انگوٹھا چوس رہا ہے۔ ماں محبّت بھری نگاہوں سے اُس کے مُنہ کو تک رہی ہے۔ میری جان۔ وہ دِن کب آئیگا۔ آپ کھائے گا۔ ہمیں کھِلائے گا۔ بچّہ مُسکراتا ہے تو ماں کا دِل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ جب ننھا سا ہونٹ نِکال کر رونی صُورت بناتا ہے۔ تو یہ بے چین ہو جاتی ہے۔ سامنے جھُولا لٹک رہا ہے۔ سُلانا ہوتا ہے تو اس میں لِٹا دیتی ہے۔ رات کو اپنے ساتھ سُلاتی ہے۔ جاگ اُٹھتا ہے تو جھٹ چونک پڑتی ہے۔ کچی نیند میں رونے لگتا ہے۔ تو آدھی آدھی رات تک یہ بیچاری ممتا کی ماری لئے بیٹھی رہتی ہے صُبح جب بچّے کی آنکھ کھُلتی ہے۔ تو آپ بھی اُٹھ بیٹھتی ہے۔ دِن چڑھے مُنہ دُھلاتی اور یہ کہتی ہے۔ کہ کیا چاند سا مکھڑا نکل آیا۔ واہ واہ واہ!

b - ۱ - ایسا خر دماغ آدمی میری نظر سے نہیں گزرا۔ کسی کو خاطر میں ہی نہیں لاتا۔

۲ - سچ ہے مُفلسی میں آٹا گیلا

۳ - کچھ دال دلیا ہو ہی رہے گا۔

۴ - بیٹا - آج مکتب میں کیا حال گزرا۔

۵ - اُونچ نیچ سوچ کر کام کرو۔

۶ - جو کام حکمت سے نکلتا ہے۔ وہ حکومت سے نہیں نکلتا۔

۷ - بس جناب! مَیں آپ کی دھونس نہیں سہہ سکتا۔

۸- کبھی بھلے مانس کی پگڑی اُتارنا بے وقوفوں کا کام ہے۔
۹- آپ کی دال یہاں نہیں گلے گی۔
۱۰- تمہارا گلا اس قدر کیوں بیٹھ گیا۔
۱۱- تیرے حمایتی کو بھی دیکھ لوں گا۔
۱۲- یار سُنا ہے۔ کہ تمہاری نوکری بڑے مزے کی ہے۔ کام تو کچھ نہیں مگر تنخواہ معقول ہے۔

مشق نمبر ۶۰

الف- ایک نہ ایک وقت کھیلنا بھی ضرور چاہیئے۔ اس سے جی خوش ہوتا ہے۔ ہاتھ پاؤں کھلتے ہیں۔ بدن میں چستی آتی ہے۔ دیکھنا! لڑکے مدرسے سے پڑھ کر نکلے۔ میدان میں کھیل رہے ہیں۔ کیا خوش ہیں۔ کیسے بے فکر ہیں۔ ان کے چہرے کیا تر و تازہ ہیں۔ ماں باپ کے پیارے ہیں۔ گھر کے لاڈلے ہیں۔ اچھلتے ہیں۔ کودتے ہیں۔ دوڑتے ہیں۔ اُسے دیکھو۔ زمین پر پاؤں نہیں ٹکاتا۔ وہ بڑا چالاک ہے۔ یہ تو بھدا ہے۔ خوب دوڑ نہیں سکتا۔ پھر بھی دوڑتا پھرتا ہے۔ ایلو! وہ گر پڑا۔ کیا ہوا۔ پھر اُٹھ کر دوڑنے لگے گا۔ لڑکپن عجب نعمت ہے۔ اچھا میاں! کھیلو۔ کودو۔ اُچھلو۔ دوڑو۔ مگر سارا دن کھیل ہی کے دھیان میں نہ رہو۔ جو لڑکے دن بھر کھیل کے دھیان میں رہتے ہیں۔ جب اُستاد کے سامنے سبق سُناتے ہیں تو مُنہ دیکھنے رہ جاتے ہیں۔ اُستاد خفا ہوتا ہے۔ ماں باپ پیار نہیں کرتے۔ علم بڑی دولت ہے۔ اس سے بدنصیب رہتے ہیں۔

ب- ۱- اس کی لیاقت اور پارسائی کی زمانہ بھر میں دھوم ہے۔
۲- میرا تو چلاتے چلاتے گلا بیٹھ گیا۔ مگر یہاں کوئی سُنتا ہی نہیں۔
۳- وہ پتلی دال کے کھانے والا کیا لڑے گا۔
۴- برسوں کا لینا دینا اور روز کی ٹال مٹول۔ بھگوان جانے ابھی تو خانصاحب کی عزت اُترائے دیتا ہوں۔
۵- بہت امیر تو نہیں۔ ہاں دال روٹی سے خوش ہیں۔
۶- دم کا کیا بھروسہ۔

۷۔ اُدھار نہ دینا چاہیئے۔ کیونکہ اِس سے نہ صرف رقم بلکہ دوست بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔

۸۔ کل بارہ گھنٹے رات میں لوٹتا پوٹتا رہا۔ نیند مطلق نہیں آئی۔

۹۔ ہاتھ پیر ہلاؤ۔ بھگوان دے گا۔

۱۰۔ صاحب آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ کہاں وہ لنگوٹیا لونڈا اور کہاں میں امیرزادہ۔

مشق نمبر ۶۱

ص۔ دیکھنا کیا جلدی جلدی قدم اُٹھاتا ہے۔ کیسے شوق سے چلا جاتا ہے۔ کہ وقت پر پہنچ جائے۔ ایسا نہ ہو کہ دیر ہو جائے ہاتھ میں جزدان ہے۔ دل میں یہی دھیان ہے۔ کہ کل کا سبق خوب سُنائے۔ جو پوچھیں سب بتائے۔ لڑکوں میں نام پائے۔ اُستاد بھی اسے شوقین جانتا ہے۔ بڑی خوشی سے بڑھاتا ہے۔ جو جماعت میں اوّل رہتا ہے۔ اِمتحان میں سب سے زیادہ نمبر پاتا ہے۔ اُستاد کا بڑا ادب کرتا ہے۔ بے اجازت باہر نہیں جاتا۔ شریر لڑکے لڑتے جھگڑتے ہیں۔ وہ ان سے الگ رہتا ہے۔ جو بات پوچھو سچ سچ کہہ دیتا ہے۔ اِنہی عادتوں سے لوگوں میں تعریفیں ہوتی ہیں۔ ماں باپ بھی اس کی خوشی چاہتے ہیں۔ وقت پر کھیلنے کودنے سے نہیں روکتے۔ ہاں ٹھیک ہے۔ محنت کے بعد کھیلنا بھی اچھا ہے ہاتھ پاؤں چالاک ہوتے ہیں۔ جی خوش رہتا ہے۔ بے شک یہ لڑکا ہونہار نظر آتا ہے۔ تھوڑی مدت میں علم حاصل کر لیگا۔ بڑی عزت پائے گا۔ دولت کمائے گا۔ باپ دادا کا نام روشن کرے گا۔

ح۔ ۱۔ میں نے اُسے سمجھایا بجھایا لیکن اُس پر خاک اثر نہ ہوا۔

۲۔ سوال یہ ہے کہ کالجوں کی تعلیم ہم کو روٹی کمانے کے قابل بناتی ہے یا نہیں۔ اِس کا جواب نفی میں دوں گا۔

۳۔ وہ بھی زمانہ تھا۔ جب مِڈل پاس کی قدر تھی۔ اب آجکل بی۔ اے کو کوئی نہیں پوچھتا۔

۴۔ کیوں بھئی تم نے اِمتحان میں پرچے کیسے کئے؟ میرا تو سر ہی چکراتا رہا۔

۵۔ وہ تم سے ہنسی کرتا ہے۔

۶- وہ اپنی بات کا پکّا ہے۔

۷- جو ہو سو ہو۔

۸- سُنی سُنائی پر اعتبار کرنا بے وقوفوں کا کام ہے۔

۹- دِل لگی نہیں سچ کہتا ہوں۔ اُسے تو جان کے لالے پڑے ہیں۔

۱۰- میرا کام بننے دو۔ آپ کا کیا جائیگا۔

۱۱- سوسائٹی جائے جہنم کو وہاں تو ہر ایک کو اپنا اُلّو سیدھا کرنے کی پڑی ہے۔

مشق نمبر ۶۲

ملہ- دیہات کے رہنے والوں کو تم نے دیکھا ہوگا۔ عموماً درازقد۔ سُرخ رنگ اور کسرتی بدن کے ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں شہر کے آدمی لپست قد اور کمزور ہوتے ہیں۔ اور بیماری کی شکایت اکثر سُنی جاتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دیہات کے رہنے والوں کے اوّل تو پیشے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان میں ورزش خوب ہوتی رہتی ہے۔ دوسرے اُن کو تازہ ہوا کھانے کو ہر وقت میسّر ہے شہروں اور قصبوں میں چونکہ آبادی کی کثرت ہوتی ہے۔ ہوا اکثر غلیظ ہو جاتی ہے پس شہر میں رہ کہ اگر یہ چاہتے ہو کہ دیہاتیوں کی طرح تندرست رہو۔ تو صبح یا شام کو ٹھنڈی سڑکوں یا آبادی سے کچھ فاصلہ پر گھنٹہ دو گھنٹہ پھر آیا کرو۔ کھلے کھلے فراخ میدانوں میں پھروگے۔ لہلہاتے کھیت سرسبز درخت اور رواں پانی دیکھوگے۔ تو اس سے تمہارا جی بھی بہلے گا۔ طبیعت بھی شگفتہ رہے گی تازہ ہوا بھی کھانے کو ملے گی۔ اور صحت بھی بنی رہے گی۔

ب- ۱- ایسا اندھیرا تھا۔ کہ ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہ دیتا تھا۔

۲- یہ غریب بیماری کی وجہ سے سُوکھ کر کانٹا ہو گیا ہے۔

۳- میری سب امیدوں پر پانی پھر گیا۔

۴- جان جائے پر آبرو نہ جائے۔

۵- جو آدمی روپیہ چُراتا ہے۔ وہ اصل میں کچھ نہیں چُراتا۔

۶- وہ کم سُنتا ہے اور اُس کا بھائی کم دیکھتا ہے۔

۷- آدمی بُلبلا ہے پانی کا۔ کیا بھروسہ ہے زندگانی کا۔

۸- زیادہ جوشیلا انسان ٹھنڈا بھی جلدی ہو جاتا ہے۔
۹- تم نہ مانو یہ تمہاری مرضی۔ لیکن بات اس نے پتے کی کہی ہے۔
۱۰- مجھے اس بات کا سر پیر نہیں ملتا۔

مشق نمبر ۶۳

ﮦ- ایک سوداگر سفر کو جانے لگا۔ جاتے وقت اُس نے اپنے ایک دوست کے پاس سو من لوہا رکھ دیا۔ کہ بھائی! جب سفر سے واپس آؤں تو میرا لوہا مجھ کو واپس دے دینا۔ جب سوداگر سفر سے واپس آیا۔ اپنے دوست کے پاس پہنچا۔ سلام دُعا۔ مزاج پُرسی کے بعد ذکر کیا۔ تمہاری بڑی مہربانی ہوئی۔ کہ تم نے اتنے دن میری چیز رکھی۔ اب میرا لوہا مجھے دو۔

دوست۔ کیا کہوں بڑا شرمندہ ہوں۔ میں نے تمہارا لوہا یونہی کوٹھڑی میں ڈال دیا تھا۔ مجھے تو کچھ خبر نہیں پڑی۔ ابھی جو کل کوٹھڑی کھولی۔ تو کچھ نہ ملا۔ تمام لوہا چوہے کھا گئے۔ مجھے کیا خبر تھی۔ کہ یہ چوہے ایسے ہیں۔ اگر پہلے سے معلوم ہوتا کہ لوہا کھا جائیں گے۔ تو ذرا احتیاط سے رکھتا

گ- ۱- اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔
۲- ہَوّے کا نام سُن کر لڑکی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔
۳- سچی بات سب کے دل کو لگتی ہے۔
۴- دُنیا تو چندی کے میلے کی طرح چند روزہ کی مہمان ہے۔ چار دن کی چاندنی ہے۔ دُنیا دو دن کا بکھیڑا ہے۔ آج مرے کل دُوسرا دن۔
۵- اب اس زمانہ میں نئی نئی باتیں نکلی ہیں۔ کہ یہ چیز مسلمانوں کی ہے۔ یہ ہندوؤں کی۔ اب اس سے پہلے کسی کو یہ خیال بھی نہ ہوتا تھا۔ اپنا سب مل جل کر رہتے تھے۔ اب دونوں کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا۔ آپس میں سر پھوڑنے لگے۔ دُشمنوں کے گھی کے چراغ جل گئے۔

مشق نمبر ۶۴

ﮦ- اس شہر کے بازار کیا خوبصورت بنے ہوئے ہیں۔ ان کی پختہ سڑکیں ایسی سُتھری

اور صاف ہیں۔ کہ ایک تنکا پڑا نظر نہیں آتا۔ کوڑے کا تو کیا ذکر ہے۔ چھڑکاؤ ان پر خوب ہوتا ہے۔ گرد و غبار نہیں اُڑتا۔ ہموار ایسے ہیں۔ کہ اندھے لنگڑے چلے جائیں کہیں ٹھوکر نہ کھائیں۔ خوشنما سیدھی ہر سڑک ہے۔ جس میں کہیں موڑ نہیں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر لالٹینیں لگی ہوئی ہیں۔ جو رات کو روشن ہوتی ہیں۔ ادھر بازار میں سواریوں کی دھوم دھام۔ اور بچو بچو کی آواز کا غل ہونا شروع ہوا آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ ایسی کہ راستہ نہیں ملتا۔ کہیں مداری تماشہ کر رہا ہے۔ اور کہیں مونڈھے پر بیٹھا ہوا قصہ خواں ڈبے مہ کی اُڑا رہا ہے۔ غرض عجیب چہل پہل ہو رہی ہے۔

ط ۔ ۱۔ کہاں راجہ بھوج اور کہاں کنگلا تیلی۔

۲۔ پھر ایسا وقت نہ آئے گا۔ ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔

۳۔ وہ ہمت کا پورا اور عقل کا کرا ہی تھا۔

۴۔ کوے کائیں کائیں کرتے ہیں۔ مینڈک ٹرّاتے ہیں۔ سانپ پھنکارتے ہیں۔

۵۔ حکیم صاحب آئے نبض دیکھی اور کہا۔ لڑکی تو اچھی خاصی بھلی چنگی ہے۔

۶۔ گھوڑے ہنہناتے ہیں۔ گدھے ہینگتے ہیں۔ ہاتھی چنگھاڑتے ہیں۔

۷۔ ہیڈ کلرک نے کہا کہ لڑکی سے پرے ہٹ کر رہو۔

۸۔ عجیب بے وقوف سے واسطہ پڑا ہے۔

۹۔ کس کا مال اور کیسے دام۔

مشق نمبر ۶۵

ا ۔ رانی سنتے ہی آگ بگولا ہو گئی۔ اور کہا۔ خبردار پھر یہ بات منہ سے نہ نکالنا۔ ننگ و ناموس کا مقدمہ ہے۔ قسمت جس طرح چاہے۔ خاک میں ملائے۔ مگر راجپوت کی مٹی سے یہ بے آبروئی کبھی نہیں اٹھے گی۔ جان پہ کھیل جانا کتنی بڑی بات ہے مال صدقہ جان ہے۔ اور جان حرمت پر قربان ہے۔ اگر اکبر نے ایسا ارادہ کیا ہے۔ تو دیکھ لو۔ ہیرے کی انگوٹھی میری انگلی میں ہے۔ ایک کنی میں کام تمام ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ رانی نے اس طرح تیور بدلے۔ کہ جو عورت پیغام لائی تھی۔ اپنا سا منہ لیکر چپ چلی آئی۔ یہ جواب سن کر بادشاہ تو ایسا مایوس ہوا سب سلطنت

گا گا رو بار بھول گیا۔ مگر وزیر کو پتہ لگا۔ کہ وہی سن رسیدہ عورت جو ساتھ ہے جس نے رانی کو پالا ہے۔ اگر نکلے تو اس کی معرفت کام نکلے

ط۔ ۱۔ اس کے پاؤں ہزار ہزار من کے ہو رہے ہیں۔

۲۔ کہنے کو زندہ مگر مُردے سے بدتر۔

۳۔ پانی میں آگ لگانا۔

۴۔ جی تم مجھے سمجھے کیا ہو۔ یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔

۵۔ اس کو مُنہ نہ لگانا۔ وہ بڑا چلتا پُرزہ ہے۔ کبھی نہ کبھی دھوکا کھا کر رہیگا۔

۶۔ اِس تین پانچ سے مجھے سروکار نہیں۔

۷۔ مَیں بھی ہوں شیطان کی خالہ۔ موئے کا ایسا مُردہ خراب کرونگی۔ کہ سات پیڑھی تک نہ بھولے گا۔

۸۔ آخر اِس تو تُو مَیں مَیں سے کیا فائدہ۔

۹۔ تم نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔

۱۰۔ پڑے چولھے میں۔ ہم نیل ہیں۔ آپ موئے جگ پر لو۔

۱۱۔ مردِ میدان بنو۔ فضول دانت پیسنے سے کیا بنتا ہے۔

مشق نمبر ۶۶

ایک کسان شام کو اپنے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ کہ ایک فقیر آیا۔ اور اُس نے اس سے کچھ کھانے کو مانگا۔ اُس نے رُوکھے پن سے کہا "میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں"۔ پھر فقیر نے تھوڑا ٹھنڈا پانی مانگا۔ مگر کسان نے محض روکھے پن سے جواب دیا۔ "دُور ہو بدمعاش!" فقیر نے کسان کو غصے سے دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد کسان جنگل میں اپنا راستہ بھول گیا۔ وہ بہت دیر تک اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ یہانتک کہ آخر کو ایک فقیر کی جھونپڑی دیکھ کر وہاں گیا۔ اور اپنے گھر کا راستہ پوچھنے لگا۔ فقیر نے کہا۔ وہ بہت دُور ہے اور سُورج ڈوبنے کو ہے۔ آپ آج رات کو گھر نہیں پہنچ سکتے۔ اور اگر آپ جنگل میں ٹھہریں گے تو بھیڑیئے آپ کو کھا جائیں گے۔ لیکن اگر آپ میرے پاس ٹھہرنا چاہیں تو ٹھہر سکتے ہیں۔ کسان نے اُس کا کہنا خوشی سے مان لیا اور رات

فقیر کے ساتھ بسر کی۔ صبح سویرے کسان کو فقیر نے پکارا اور کہا :-
"آفتاب بلند ہو گیا ہے۔ آپ کو فوراً روانہ ہونا چاہیئے اگر آپ سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچنا چاہتے ہیں۔" فقیر راستہ بتاتا ہوا آگے چلا۔ اور کسان پیچھے پیچھے چلا۔ جب وہ تمام دن سفر کر چکے۔ تو فقیر نے اس سے کہا۔ "اب آپ کا گھر دو میل کے فاصلے پر ہے۔ پھر وہ یکایک رک گیا۔ اور کسان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ "کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟" کسان بہت شرمندہ نظر آیا۔ اور بڑبڑایا۔ کہ میں آپ سے پیشتر ملا ہوں۔ فقیر نے جواب دیا۔ "ہاں آپ نے مجھ کو اپنے ہی دروازے پر دیکھا ہے۔ اور اب رخصت کے وقت میں آپ کو ایک نصیحت کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی محتاج فقیر آپ سے تھوڑا کھانا یا پانی مانگے۔ تو اس کو نہ کہیئے گا۔ دور ہو بد معاش!"

مشق نمبر ۶۷

سوال - اشوک نے اکتالیس برس حکومت کرنے کے بعد دو سو تیئیس (۲۲۳) برس مسیح کے پہلے وفات پائی۔ اس میں اپنی وسیع سلطنت کو قابو میں رکھنے کی طاقت تھی اور سرحدی خود مختار ریاستوں سے وہ دوستانہ تعلقات قائم کیئے ہوئے تھا یہی وجہ تھی کہ اس کے طویل عہدِ سلطنت میں ہندوستان کو جیسا امن و امان کا زمانہ ملا۔ ویسا بہت کم تر اس کی تاریخ میں پایا جاتا ہے۔ "اعظم" کہلانے کا اچھا استحاق بہت ہی کم بادشاہوں کو اس مستقل مزاج اور عالی ظرف بادشاہ کی طرح حاصل ہے۔ اور نہ ہی کسی کا اس قدر اثر انسانوں پر ان کی بہبودی کے لئے تھا۔

سو۔ تحقیقات کا نتیجہ اس معاملہ میں بہت اختلاف رائے ظاہر کرتا ہے۔ کہ مدرسہ کی تعلیم کی مختلف منزلوں میں طالب علم سے گھر پر کس قدر کام مناسب طور سے لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں جتنا چاہیئے۔ اتنا غور نہیں کیا گیا۔ اور چونکہ گھر پہ کام دینے کے طریقے کا نامناسب عمل مستقل طور سے جسمانی اور دماغی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لہذا لازم ہے کہ طالب علموں کو اس سے بچانے کے لئے تدابیر عمل میں لائی جائیں ÷

(پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱۸ء)

مشق نمبر ۶۸

س- جب کیپ کالونی (CAPE COLONY) کا پہلے پہل پتہ لگا۔ تو اس میں کئی طرح کے جنگلی جانور بھرے پڑے تھے۔ لیکن گورے لوگوں کے آنے اور ان کے خطا نہ کرنے والے ہتھیاروں سے بہتیرے جانور غائب ہو گئے۔ شتر مرغ کا تو خاص کرکے کال ہی آگیا تھا۔ کہ ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کا طریقہ نکالا گیا۔ ان چڑیوں کی ایک تجارتی قیمت بھی ہے۔ ان کے پروں کی ایک مانگ بڑھتی جاتی ہے۔ اس سے ان کو مارنے کے بدلے بچانا چاہیئے۔ یہ طریقہ مان لیا گیا۔ پس شتر مرغوں کے پالنے کے باڑے ہیں۔ یہ باڑے بڑے اور بے ڈھنگے ہیں۔ لیکن کام چلاؤ ہیں ریتیلے ادھر اور چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کٹیلے اور خار دار تاروں سے گھیر دیا ہے۔ اور انہی گھیروں میں یہ پرندے اپنے پروں کے لئے پالے جاتے ہیں۔

ب- وکٹوریا نائنزا (VICTORIA NYANZA) تقریباً چار ہزار فٹ سمندر کی سطح سے اونچی ہے۔ اس کے چاروں طرف ملک پٹھاروں (PLATEAUX) کی زمین ہے۔ جس میں اچھے چرائی کے کھیت۔ سستی مٹانے والی ہوا اور چکنی پہاڑیاں ہیں۔ جن میں جا بجا کیلے کے باغ لگے ہیں۔ اور جن کے بیچ میں گھنے درختوں کی گھاٹیاں یا گیلی زمین کے جنگل ہیں۔ اور ان کو چیر کر جانا گھنے جنگلوں میں ہو کر جانے سے بھی مشکل ہے۔ یہاں بڑے بڑے گھاس کے بھی میدان ہیں۔ جن میں پانی اور لکڑی بھی بہت ہے۔ اور اسی وجہ سے مویشیوں کے پالنے یا بھیڑوں کے گلے رکھنے کے لئے نہایت مناسب ہیں۔ اس ملک میں بہت پانی برستا ہے۔ اور بادل کی گرج اور بجلی کی چمک بھی بہت ہوا کرتی ہے۔

مشق نمبر ۶۹

س- کوئی طالب علم محنت کر کے بڑا مشہور آدمی بن سکتا ہے مشہور پارسی ہستی بہرام جی مالاباری کی زندگی سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ کس طرح صبر محنت اور استقلال سے سب مشکلیں حل ہو سکتی ہیں۔ سب ہندوستانی طالب علموں کو اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جب وہ بارہ سال کا تھا۔ تو اس کی ماں کا انتقال ہو گیا۔

اُس کا باپ اِتنا غریب ہو گیا تھا۔ کہ اُس نے اِس کی مدد کرنے سے اِنکار کر دیا یہ اب ایک یتیم بے دوست تھا۔ اِس چھوٹی سی عمر میں اسے دُنیاداری میں داخل ہو کر اپنا گذارہ آپ کرنا پڑا۔ یہ بچّوں کو پڑھا کر اپنی روزی کمایا کرتا تھا۔ کئی اِن میں سے اس سے بھی بڑے تھے۔ وہ اپنی روٹی بھی وقت مِلنے پر خود بنایا کرتا تھا۔ بہت رات تک وہ محنت کے ساتھ اپنی انگریزی کتابیں یاد کرتا۔ کوئی ایسا طالبعلم نہیں تھا جو بہرام جی سے زیادہ محنت کرتا ہو۔ اِسی لئے وہ بڑا مشہور آدمی بن گیا بہت زیادہ مشہور ہو کر اُس نے دنیاوی کامیابی پر لات ماری۔ اُس نے اپنا سارا وقت زور اور قلم تمام زندگی بیچاری ہندوستانی بیواؤں کی مدد میں خرچ کر دیئے لوگ اسے ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ وہ سب سے بڑا اچھا ہندوستانی رلیفارمر تھا۔

ط۔ ۱۔ مرتا کیا نہ کرتا۔

۲۔ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ کیا انگریزی راج کی یہ کم برکت ہے۔

۳۔ سرمائے اور محنت میں آجکل جو لڑائی ہو رہی ہے۔ اس کا کیا نتیجہ نِکلے گا۔

۴۔ اُسے گانے بجانے کا بڑا شوق ہے۔

۵۔ مَیں نے چند دوستوں کو چائے پر بُلایا ہے۔

۶۔ آج کل سب لوگ کہتے ہیں۔ کہ پڑھائی میں کچھ نہیں رکھا۔

۷۔ وہ صِرف ڈینگیں مارنا ہی جانتا ہے۔ کر کچھ بھی نہیں سکتا۔

۸۔ خود اپنی تعریف سے کوئی بڑا نہیں بنتا۔

۹۔ شہر میں آج کل ہیضہ کی بڑی شکایت ہے۔

۱۰۔ تم تو کام سے جی چُراتے ہو۔

مشق نمبر ۷

ایک روز ایک صاحب دانا نے (جو کہ خوب تواریخ دان اور جہاندیدہ تھا) مذکور کیا کہ اگرچہ آدمی کی زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ لیکن اکثر وصف ایسے ہیں۔ کہ اُن کے سبب سے انسان کا نام قیامت تک زبانوں پر بخوبی جلا جائیگا۔ میں نے کہا۔ اگر تھوڑا سا احوال اس کا مفصل بیان کرو تو میں بھی سُنوں۔ اور اِس پر عمل

کروں تب وہ شخص حاتم طائی کا ماجرا اس طرح سے کہنے لگا - کہ حاتم کے وقت میں ایک بادشاہ عرب کا نوفل نام تھا - اس کو حاتم طائی کے ساتھ بسبب نام آوری کے دشمنی کمال ہوئی - بہت سا لشکر فوج جمع کر کے لڑائی کی خاطر چڑھ آیا - حاتم تو خدا ترس اور نیک مرد تھا - یہ سمجھا کہ اگر میں جنگ کی تیاری کروں - تو خدا کے بندے مارے جائیں گے - اور بڑی خونریزی ہوگی - اس کا عذاب میرے نام لکھا جائے گا - یہ بات سوچ کر تن تنہا اپنی جان لے ایک پہاڑ کے کھوہ میں جا چھپا - جب حاتم کے غائب ہونے کی خبر نوفل کو معلوم ہوئی - سب اسباب اور گھر بار حاتم کا قرق کیا اور منادی کروادی - کہ جو کوئی ڈھونڈ ڈھانڈ کر پکڑ لاوے - پانسو اشرفی بادشاہ کی سرکار سے انعام پاوے - یہ سن کر سب کو لالچ آیا - اور جستجو حاتم طائی کی کرنے لگے - (پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱۴ء)

HARDER EXERCISES WITHOUT GLOSSARY

مشق نمبر ۱

ہرمن جرمنی کا ایک نوعمر گڈریا تھا - اور باوجود اس کے کہ وہ بہت غریب تھا وہ شریف تھا - ایک دن جبکہ اس کا گلہ جنگل کے کنارے پر چر رہا تھا - اور وہ اس کی نگہبانی کر رہا تھا - ایک شکاری جنگل سے نکل کر آیا - اور اس سے پوچھنے لگا - "سب سے پاس کا گاؤں یہاں سے کتنی دور ہے" لڑکے نے جواب دیا حضور! چھ میل مگر راستہ محض ایک پگ ڈنڈی ہے - اور اس پر بھٹک جانا بہت آسان ہے - شکاری نے راستہ کی طرف دیکھا - اور کہا - اے لڑکے! میں تھکا ہوا ہوں اور بھوکا پیاسا ہوں - میرے ساتھی چھوٹ گئے ہیں - اور میں راستہ بھول گیا ہوں - اپنی بھیڑوں کو چھوڑ دو - اور مجھے راستہ دکھلا دو - میں تم کو بہت کچھ دوں گا - ہرمن نے جواب دیا - حضور! میں اپنی بھیڑیں نہیں چھوڑ سکتا - وہ بھٹک کر جنگل میں چلی جاویں گی - اور ان کو بھیڑیے کھا جاویں گے یا ڈاکو چرالیں گے - شکاری نے پوچھا - تو پھر اس سے کیا - بھیڑیں تمہاری تو نہیں ہیں - اور ایک یا ایک سے زیادہ بھیڑوں کا نقصان تمہارے مالک کے واسطے کوئی بڑی بات نہیں ہے - میں تم کو اتنا روپیہ دوں گا جتنا تم ایک سال میں نہیں کما سکتے - ہرمن نے زور دے کر جواب دیا - حضور میں نہیں

جا سکتا۔ میرا مالک مجھے وقت کے دام دیتا ہے۔ اور اگر میں اپنا وقت جو کہ میری ملکیت نہیں ہے بیچ ڈالوں۔ اور بھیڑیں کھو جاویں تو یہ ویسا ہی ہوگا۔ کہ گویا میں نے ان کو چرا لیا" شکاری نے کہا۔ اچھا! کیا تم اپنی بھیڑیں مجھے سپرد کر کے گاؤں جا کر میرے واسطے کچھ کھانے پینے کو اور ایک رہنما (راستہ بتلانے کو) لا سکتے ہو؟۔ لڑکے نے اپنا سر ہلایا۔ شکاری نے جھلا کر پوچھا۔ کیا تم میرا اعتبار نہیں کر سکتے؟ "کیا میں چور اچکا معلوم ہوتا ہوں" لڑکے نے جواب دیا "حضور! آپ نے کوشش کی۔ کہ میں امانت میں خیانت کروں۔ اور میرے مالک سے جو میرا معاہدہ ہے۔ اسے توڑ دوں۔ مجھے کیا معلوم کہ آپ اپنی بات پر قائم رہیں گے"۔

شکاری اس بات سے بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے لڑکے! میں سمجھ گیا۔ تم بہت نیک اور وفادار ہو۔ میں تم کو نہیں بھولوں گا۔ تم مجھے راستہ دکھا دو۔ میں کوشش کر کے اس (راستہ) کو نکال لوں گا۔" اسی وقت شکاری کے ساتھی آ گئے۔ اور ہرمن کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا۔ کہ شکاری دراصل بادشاہ تھا۔ بادشاہ لڑکے کی ایمانداری سے ایسا خوش ہوا۔ کہ تھوڑے دن بعد اس نے لڑکے کو بلوا کر اپنے خرچ سے تعلیم دلوائی۔

مشق نمبر ۲۷

ایک مکان میں آگ لگ رہی تھی شعلے اٹھ اٹھ کر آسمان کو جاتے تھے۔ اور ایسی حرارت تھی کہ پاس کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا۔ محلے والے کھڑے چلا رہے تھے۔ لوگ بے حواس ادھر ادھر دوڑ رہے تھے۔ مکان والے بازار میں کھڑے پیٹتے تھے کہ ہم لٹ گئے۔ مگر اس میں سے ایک شخص کی نالہ و زاری سن سن کر دل پھٹتا جاتا تھا۔ اس کا چار سال کی عمر کا لڑکا اوپر کی منزل میں ایک کوٹھڑی میں سوتا تھا کہ وہاں آدمی نہیں جا سکتا تھا۔ صحن میں تمام آگ ہی آگ بھری ہوتی تھی۔ ایک طرف اس کوٹھڑی میں ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی۔ مگر اس میں سے بھی دھواں نکل رہا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہاں آگ پہنچ گئی ہے۔ کھڑکی ایسی چھوٹی سی تھی۔ کہ وہاں دس بارہ برس کا بچہ ہی جا سکتا تھا۔ غریب بدحواس باپ چلاتا تھا۔ کہ لوگو! خدا کے لئے کوئی میرے بچے کی جان بچاؤ۔ مگر کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ اور کوئی

ہمت کرتا بھی تو کیونکر۔ کھڑکی ایسی ذرا سی تھی۔ کہ اس میں سے اندر جانا مشکل تھا۔ ایک لڑکا بھی کھڑا ہوا یہ سب باتیں دیکھ رہا تھا۔ اس سے نہ رہا گیا۔ اُس نے کہا۔ سیڑھی لگاؤ۔ میں جاتا ہوں۔ لوگوں نے کہا۔ ابھی کہ کوٹھڑی میں آگ پہنچ گئی ہے۔ ہم تجھے دانستہ موت کے مُنہ میں نہیں جانے دیں گے۔ مگر وہ شیر نہ مانا۔ خود سیڑھی کو اٹھانے لگا۔ لوگوں نے اس کی یہ ہمت دیکھ کر کھڑکی کے پاس سیڑھی لگا دی۔ اور وہ شیر کی طرح اُوپر چڑھ گیا۔ کوٹھڑی میں گیا۔ تو دیکھتا ہے۔ کہ دھواں بھر رہا ہے۔ اور کوئی چیز نظر نہیں آتی سب طرف لال لال شعلے بھی اُٹھ رہے ہیں۔ اُس نے خوب زور سے لڑکے کو پکارا۔ ایک طرف ذرا ذرا رونے کی سی آواز آئی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کوئی ہے تو۔ مگر دھوئیں سے اس کا دم گھٹ گیا ہے۔ لڑکا اس طرف کو دوڑا۔ اور جھٹ بچے کو گود میں اٹھا کر کھڑکی کی طرف آیا۔ (پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱۵ء)

مشق نمبر ۴۷

۵۷۔ معمولی طریقے سے مادری لوگوں (MADRIS) پر ان کے سردار بڑی سختی سے حکومت کرتے ہیں۔ وہ لوگ محنتی۔ قاعدے کے پابند صاف ستھرے ہوتے ہیں۔ وہ سویرے اُٹھتے ہیں۔ اور دن میں دو مرتبہ کھانا کھاتے ہیں۔ اور ہر مرتبہ کھلی ہوا میں کھاتے ہیں۔ نشہ کی چیزوں کو جانتے ہی نہیں۔ ہر شخص کے لئے روزمرّہ کا کام مقرّر ہے۔ کچھ لوگ مچھلیاں مار کر۔ چڑیاں پھنسا کے۔ یا جنگلوں میں پھل اور جڑیں جمع کر کے غذا مہیا کرتے ہیں۔ کچھ گھر یا ناؤ بناتے ہیں۔ یا انکی مرمت کرتے ہیں کچھ لکڑی کاٹتے ہیں۔ بعضے ہتھیار یا اوزار بناتے ہیں۔ اور مختلف طریقوں سے عام لوگوں کی بھلائی کے کام میں شرکت کرتے ہیں۔ عورتیں کھانا پکاتی ہیں۔ اور کھانا لگانے کے لئے ہری ہری ٹہنیوں کی چھوٹی چھوٹی ٹوکریاں بناتی ہیں۔ لیکن جب ٹوکری میں ایک بار پکا ہوا کھانا لگا دیا جاتا ہے۔ وہ پھر کام میں نہیں لائی جاتی۔ وہ لوگ دیسی سن کے لباس بناتے ہیں اور یہ پودا ان کے لئے اتنا ہی کام کا ہوتا ہے۔ جتنا اور گرم ملکوں کے رہنے والوں کیلئے ناریل ہوا کرتا ہے۔ جسم کی ساخت کے لحاظ سے یہ لوگ ایک خوبصورت قوم ہیں۔ بعد شب و روز باہر کا کام کرنے اور مسلسل کثرت کرنیکی وجہ سے ان کا جسم گٹھا ہوا ہوتا ہے۔ اور

یہ لوگ بیماری جانتے ہی نہیں۔

ط - ۱۔ بے وقوف اور دانا میں صرف اِتنا فرق ہے۔ کہ ایک اپنے تجربے سے سبق سیکھتا ہے۔ اور دوسرا اوروں سے۔

۲۔ کسی کے کئے ہوئے احسان کی یاد بہت جلد بھول جاتی ہے۔

۳۔ دُنیا میں پیسے بغیر کام نہیں چلتا۔

۴۔ وہ دوسروں پر رُعب ڈالنے کے لئے باتیں کر رہا ہے۔

۵۔ آج کل وہ بہت خستہ حال ہے۔

۶۔ میں نے اس کی طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ تو وہ شرمندہ ہو گئی۔

مشق نمبر ۴۷

ھ۔ ذرا آنکھ کھول کر دیکھو۔ کیا بہار ہے۔ نسیم کے ہلکے جھونکے۔ بادِ صبا کی اٹھکیلیاں چلتے ہوئے پانی۔ بہتی ہوئی ندیاں۔ شفاف جھیلیں۔ لہریں مارتا ہوا سمندر۔ آسمان سے باتیں کرتے ہوئے پہاڑ اور ان کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیاں۔ پھولوں کے تختے اور پھولوں سے لدی ہوئی ڈالیاں۔ درخت اور اُن کے ہرے ہرے پتے۔ سبزہ اور اس کا فرش زمردین۔ پکے ہوئے کھیت اور اُن میں قوتِ زندگی سے بھرے ہوئے سُنہری خوشے نگاہ کے لئے جنت نہیں تو اور کیا ہے؟ بُلبل اور اس کی خوش نوائی۔ فاختہ اور اس کی کو کو۔ کوئل اور اس کی کوک۔ پپیہا اور اس کی پی کہاں! یہ نغمہ نہیں تو کیا ہے؟ اس کو تو فردوسِ گوش کہتے ہیں۔ قدرت کا یہ ساز ہر وقت تمہارے خوش کرنے کو تیار ہے۔ اس کا سازندہ نہ کبھی تھکتا ہے۔ نہ اس کی آواز میں ضعف آتا ہے۔ یہ وہ ساز ہے۔ جس کے لئے بگڑنا نہیں بنا

ی - ۱۔ جونہی گاڑی سٹیشن پر آئی۔ چھابڑی والوں نے غل مچانا شروع کر دیا۔

۲۔ گدھا کیا جانے زعفران کا بھاؤ۔

۳۔ دُنیا میں ہر ایک آدمی اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتا ہے۔

۴۔ آدمی کی طبیعت کا ٹھکانا نہیں۔

۵۔ سارا کھیل نیت کا ہے۔ اور نیت بدلتے کو کچھ دیر نہیں لگتی۔

مشق نمبر ۷۵

الف - ایک جوان مالدار نے دو تین برس کے عرصے میں اپنی کل جائیداد عیاشی اور فضول خرچی میں برباد کر دی - اور بالکل محتاج ہو گیا - جھوٹے دوست بھلا ایسے وقت میں کب کام آتے ہیں غم خواری کے بدلے اس سے نفرت کرنے لگے - جب وہ نہایت ہی محتاج ہو گیا - تو اپنی آئندہ کی ذلت اور مصیبت کو خیال کر کے باوجودیکہ جان کیسی پیاری ہوتی ہے - اس نے جان دینے کا ارادہ کیا - اور دل میں ٹھان لیا - کہ چلو - پہاڑ پر سے اپنے کو نیچے گرا دو - غرض خودکشی کا پکا ارادہ کر کے وہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گیا - وہاں وہ کل بستیاں جو کہ ایک دن خاص اس کی تھیں - نظر آنے لگیں - ان کو دیکھ کر دریائے تحیر میں ڈوب گیا - اور خیال کی بڑی بڑی لہروں میں پڑ گیا - گھنٹوں کے بعد قوت فیصلہ نے سہارا دیا - ہمت اور استقلال نے جو بازو دیکھے تو ساحل مقصود نظر آنے لگا - خوشی کے مارے اچھل پڑا اور کہنے لگا - کہ میں اپنی کل جائیداد کا مالک ہوں گا - یہ کہہ کر نیچے اتر آیا - اور چند مزدوروں کو کوئلے اٹھاتے دیکھ فوراً خود بھی ان کا شریک ہو گیا

ب - ۱ - اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے -

۲ - نگر میں مارے مارے پھرنے کے سوا اس کا اور کوئی کام نہیں -

۳ - کسی کو اس کی پیٹھ پیچھے برا نہ کہا کرو -

۴ - واہ بھائی ! مجھے تم سے کبھی ایسی امید نہ تھی - تم نے اپنی کرتوت سے میری سب امیدوں پر پانی پھیر دیا -

۵ - رام ناتھ ایک چپڑاسی تھا - جو سپرنٹنڈنٹ صاحب کے بہت منہ لگا ہوا تھا -

مشق نمبر ۷۶

الف - مجھے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا پڑا - میرا پرانا دوست جو ایک سخت بیماری کے بعد اچھا ہو رہا تھا - نیچے اتر آیا - اس نے نہایت محبت سے میرا خیر مقدم کیا - مجھے گلے لگایا اور اطمینان دلایا - کہ میں دنیا میں سب سے زیادہ عزیز دوست کو اپنے مکان میں دیکھ کر اپنے کو نہایت خوش قسمت سمجھتا ہوں - میں نے اسے اپنی تمام

تکلیفیں بتلائیں۔ اور صاف تسلیم کیا کہ میری جیب میں صرف دو روپے ہیں۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن غور میں ڈوبا ہوا وہ کمرہ میں ٹہلتا رہا۔ آخرکار اُس نے کہا۔ جتنی زیادہ دیر تک تم یہاں ٹھیرو گے۔ اتنا ہی زیادہ رنج تم اپنی ماں کو پہنچاؤ گے۔ باوجود اس کے میں نے اپنے دُکھ کی کہانی دوہرائی۔ اور کچھ روپے قرض مانگے۔ قرض روپے کی بجائے میرے دوست نے اِشارۃً کہا۔ کہ تم اپنا گھوڑا فروخت کر دو۔ اور راستے میں میری مدد کے لئے ایک چھوٹی لاٹھی پیش کی۔

۶۔ ۱۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرونگا۔
۲۔ خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔
۳۔ وکیل نے کہا۔ مجسٹریٹ کی مٹھی گرم کرو۔ پھر کچھ بنے گا۔
۴۔ سچ پوچھو اس بات کا اس کے ماتھے پر کلنک ہے۔
۵۔ یہ سُن کر لڑکے کے ہوش و حواس باختہ ہو گئے۔

مشق نمبر ۷۷

۵۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ پنّا محلّوں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اور اودے سنگھ اور اس کا اپنا لڑکا اس کی گود میں سوتے پڑے تھے۔ کہ اچانک محل کے دُوسرے کونے سے رونے چلانے کی آواز آئی۔ پنّا بھی اس کی وجہ معلوم کرنے کو اٹھنا ہی چاہتی تھی۔ کہ ایک نوکر پاس دَوڑتا ہُوا آیا۔ وہ اِتنا گھبرایا ہُوا تھا۔ کہ اُس کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں۔ اور اس سے کھڑا تک نہ ہُوا جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر پنّا کی حیرانی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اس نے اس نوکر سے جب اس کا سبب پوچھا تو اُس نے بڑی دبی زبان سے کہا۔ کہ بہن پنا اگر تم راجکمار اودے سنگھ کی زندگی چاہتی ہو۔ تو ابھی یہاں سے اُسے بھگا کر کہیں لے جاؤ۔ پنّا نے کہا۔ بتاؤ تو سہی کہ بات کیا ہے۔ نوکر نے جواب دیا۔ کہ شریر بنبیر (بان دیو) نے سلطنت کے لالچ میں پھنس کر ابھی وکرماجیت کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔ اور اب راجکمار کے بچانے کے کئی طریقے سوچے مگر کچھ بن نہ پڑا۔ پھر کام بگڑا ہُوا دیکھ کر اُس کے ہوش گم ہو گئے۔ راجکمار اسے جان سے بھی زیادہ پیارا تھا۔ دوسرے اُس نے سوچا کہ مَیں نے اودے سنگھ کا نمک کھایا ہے۔ اگر اس وقت میں کام نہ آئی تو پھر اور کونسا موقعہ ملے گا۔

لیکن میں اب کہوں تو کیا کروں۔

مشق نمبر ۷۸

۱۔ افغانوں سے لڑنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس لئے کسی راجکمار کو اس وعدے کو پورا کرنے کا فیصلہ نہ بن پڑا۔

۲۔ جب بھاپ کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ تو وہ پانی میں بدل جاتی ہے۔ اور آسمان کے بادل جب ٹھنڈی ہوا سے ٹکراتے ہیں۔ پانی بن کر برسنے لگتے ہیں۔

۳۔ چھت پر سے پیپل کے پیڑ پر جاکر الٹتا پلٹتا نیچے جا گرا۔ اس کے بعد اسی وقت اٹھ کر بھاگ پڑا۔

۴۔ کوئی خاص بات نہیں۔ بھگوان داس کے خلاف خون کرنے کے جرم میں گرفتاری کا وارنٹ ہے۔ آپ صلاح دیں تو میں گھر کی تلاشی لے لوں۔ شائد وہ کسی جگہ چھپا دیا گیا ہو۔

۵۔ چاند کی روشنی میں میں نے اس کا منہ دیکھا۔ وہ گھٹنے ٹیک کر ہاتھ جوڑ کر اوپر کو منہ کئے آنکھوں میں آنسو بھرے دعا کر رہی تھی۔ کہ اے خدا! مجھے معاف کرو۔

۶۔ گھر کے اندر جانے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کونے کونے میں ہزاروں سانپ پھن پھیلا کر میری طرف جھپٹ رہے ہیں۔ اس کی چھت جھک کر میری چھاتی کو دبا رہی ہے۔ اور مجھ سے سانس تک نہیں لیا جاتا۔

مشق نمبر ۷۹

نتیجا بولا۔ چچا جانے بھی دو۔ ان باتوں میں کیا رکھا ہے؟ پیڑ کٹوانے کو کہتے ہیں۔ کاٹ لینے دینا۔ اس درخت میں تمہارا رکھا ہی کیا ہے۔ درخت تو ہمیشہ ہی کاٹے جاتے ہیں۔ منوہر سنگھ بگڑ کر بولا۔ آخر تم لڑکے ہی ہو۔ ان باتوں کو کیا سمجھ سکتے ہو۔ پیارے بچے یہ کوئی معمولی درخت نہیں ہیں۔ یہ درخت مجھے میرے بھائی کے برابر ہیں۔ میں اس کو اپنا سگا بھائی سمجھتا ہوں۔ یہ میرے باپ کے

ہاتھ کا لگایا ہوا ہے۔ کسی اور کے ہاتھ کا نہیں۔ جب میں تم سے بھی چھوٹا تھا۔ تب سے
اس کا میرا ساتھ ہے۔ میں برسوں اس پر کھیلتا رہا ہوں۔ برسوں اس کے میٹھے
میٹھے پھل کھائے ہیں۔ گاؤں میں سینکڑوں درخت ہیں۔ لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں
کہ میں نے کبھی اُن کی ایک پتی بھی نہیں چھوئی۔ جب میرے اپنے گھر میں اتنا بڑا درخت
ہے۔ تب مجھے دوسرے کے درخت کو ہاتھ لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ آج تک
اس کی داتن کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے کسی دوسرے درخت کی داتن اچھی
نہیں لگتی۔ تیجا بولا۔ چچا بغیر روپیہ دیئے تو یہ درخت نہیں بچ سکتا۔

منوہر بولا۔ بیٹا ایشور جانتا ہے۔ میری بات سنو۔ میرے پاس روپے ہوتے
تو آج بھی دے دیتا۔ لیکن کیا کروں۔ لاچار ہوں۔ میرے گھر میں کوئی ایسی چیز
بھی نہیں ہے جو بیچ کر دے دوں۔ مجھے خود بڑا افسوس ہے۔ گاؤں بھر میں
گھوما ہوں۔ لیکن کسی نے اُدھار نہیں دیئے۔ اگر یہ درخت کاٹا گیا۔ تو مجھے
بڑا افسوس ہوگا۔ میرا بڑھاپا خراب ہو جائے گا۔

مشق نمبر ۸۰

۱۔ ایک مشہور ڈاکٹر کا قول ہے۔ کہ جب میں ریاضتِ جسمانی سے ہونے والے
کاموں کو دیکھتا ہوں تو مجھے کہنا پڑتا ہے۔ کہ اگر عام لوگوں میں ورزش
کا حسب منشا رواج پڑ جاوے۔ تو آج کل کی بہت سی مروجہ بیماریوں
کا خود بخود نام مٹ جاوے۔

۲۔ دیکھو وہ تمہارے دشمن اپنے خیموں میں گھی کے چراغ جلا رہے ہیں۔
کیوں؟ صرف تمہارے حوصلہ کو ٹوٹتا ہوا دیکھ کر۔

۳۔ دنیا کے کسی بھی ملک تو پیدا ہوتا۔ تو تمہاری پرستش ہوتی اور تمہارے
نام پہ لوگ اپنے آپ کو نچھاور کرتے۔

۴۔ اگر اس وقت کوئی پہلوان تھوڑا سا روپیہ خرچ کر کے وہاں چلا جاوے
اور کسی اچھی کمپنی کی معرفت کشتی ہو۔ تو لاکھوں روپے کے وارے نیارے
ہو جائیں۔

۵۔ اس جینوا کے رہنے والے مرد کو دیکھ کر دیکھنے والے کے دل میں طرح

طرح کے خیال پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایک عجیب سا منظر آنکھوں کے سامنے چھا جاتا ہے۔

۶۔ کبیر ہندو اور مسلمانوں کا ہاتھ پکڑ کر ایک ہی راستے پر لے جانا چاہتا تھا لیکن دونوں اس کی مخالفت کرتے تھے۔

مشق نمبر ۸۱

س۔ ایک امریکن ڈاکٹر نے اس بات کے سمجھانے کے لئے کہ انسانی رنج و غم کی بنیاد محض خیال پر ہے۔ یہ تجربہ پیش کیا کہ ایک نہایت تندرست و توانا آدمی کو بلا کر کہا۔ کہ مجھے تمہاری ران کا ایک سیر خون درکار ہے۔ کل دوپہر کو اپریشن کیا جاوے گا۔ اس خبر کو سنتے ہی اس کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں دوسرے دن جب وہ اپریشن روم میں لایا گیا۔ تو اس کا چہرہ کل کی نسبت بہت اترا ہوا تھا۔ یہاں اس نے دیکھا کہ اپریشن کا سب سامان تیار ہے اور چار ڈاکٹر آستینیں چڑھائے اس کا خون لینے کے لئے تیار ہیں۔ اس شخص کا خوف سے یہ حال ہوا کہ قدم اٹھانے کی طاقت نہ رہی۔ فوراً زمین پر گر پڑا۔ الغرض اس کو میز پر لٹایا گیا۔ اور آنکھوں پر اچھی طرح ایک کپڑا باندھا گیا۔ اب ڈاکٹر نے اس کی ران پر اپنی انگلی سے ایک دائرہ سا بنا کر اپنے ساتھیوں سے باآواز بلند کہا۔ بس اتنا گوشت بالکل اڑا دو یہ کہکر پھر اس نے چند کلمات اور ایسے ہی کہے۔ جن سے معلوم ہو کہ اپریشن ہو رہا ہے۔ ان باتوں کو سن کر وہ شخص بے ہوش ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے اس کی ران کا اسی طرح ڈریسنگ کیا۔ جیسا کہ اپریشن کے بعد ہونا چاہیئے تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اس شخص کا شانہ ہلا کر کہا۔ کہ یہاں سے اٹھو۔ اس نے ہائے ہائے کرنا شروع کیا۔ اور کہا۔ اب کیا خاک اٹھوں۔ آپ نے تمام ران تو کاٹ ڈالی۔ ڈاکٹر ہنس پڑا اور پھر اس پر ساری حقیقت ظاہر کر دی۔

ط۔ ۱۔ شہزادی نے پھر پوچھا۔ طوطے نے لاپروائی سے جواب دیا۔

۲۔ فرنیچر کا سجانا بڑا مشکل کام ہے۔ اچھے اچھے چوک جاتے ہیں۔

۳۔ آپ کو خود بھی ہندوستانی قاعدہ سیکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ایک ذرا سی غلطی

سے سارا کیا دھرا اکارت جاتا ہے۔

۴۔ بھائی کرپا رام کے بارے میں جتنی خبریں آپ کو پہنچی ہیں۔ اُن میں رتی برابر بھی تو سچ نہیں۔

۵۔ تُم بھلے آدمی بن کر رہتے تو آج امیر ہوتے۔ اور کچھ نہیں تو دس بارہ ہزار روپیہ تمہارے پلّے ہوتا۔

۶۔ ہاتھ کی پانچ انگلیاں تو کیونکر برابر ہو سکتی ہیں۔ اچھے بُرے سبھی ایک جگہ ہیں۔

مشق نمبر ۸۶

ع۔ زمین نے کہا۔ مَیں نے اِس حکایت میں کوئی اپنا حال نہیں بتایا۔ بلکہ تم کو یہ نیکی کا سبق پڑھایا ہے۔ کہ جیسے انسان مجھ پر ظلم و ستم کرتا ہے۔ اور مَیں اس کے عوض میں لطف و کرم کرتی ہوں۔ اسی طرح جو تم کو دُکھ دے۔ اُس کو سُکھ دو۔ جو تم سے بُرائی کرے اُس سے بھلائی کرو۔ یہی نیکی کل اچھے اخلاق کی جڑ ہے۔ اس کو خوب یاد رکھو۔ کبھی نہ بھولو۔ اب مَیں اپنی پیاری حکایت کو ختم کرتی ہوں۔ جس کی عمر کوئی شخص نہیں جانتا ہے۔ نہ یہ کہ میں لڑکی ہوں یا جوان ہوں یا بوڑھی ہوں۔ میری عمر تو کیا میری اولاد کی عمر بتانے میں اب تک تردد چلا آتا ہے۔ میں بڑے اونچے گھرانے کی بیٹی ہوں۔ میری ماں جائے بہن بھائی ہزاروں آسمان پر رہتے ہیں۔ جو میرے ہی مشابہ ہیں۔ میرے ہم صورت و ہم سیرت ہیں۔ اِس حکایت کو بیان کر کے میں چُپ ہوتی ہوں۔

گ۔ ۱۔ ارے بھئی بارات تو خاصی آگئی ہے۔ ابھی تک ابراہیم کا پتہ نہیں۔ بتاؤ یہ مہمان کس وقت کھانا کھائیں گے۔

۲۔ لالہ جی! مَیں تو تم کو ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ تم نے تو دِلّی والوں کو بھی مات کر دیا ہے۔

۳۔ روپیہ ہاتھ سے گیا تو گیا۔ دِن رات کی دانتا کلکل اور مول لے لی۔

۴۔ آگے چل کر اس بدمعاش نے ان کو بہت دِق کیا۔ اور اس کے راز کا

ڈھنڈورہ پیٹ دیا۔

۵- یہ بھلا مانس ہر تیسرے چوتھے دن سے ایک دو روپیہ مار لاتا۔ مگر انہوں نے کبھی نہ نہیں کی۔

۶- بھائی اب ہمارے چل چلاؤ کا زمانہ ہے۔ کچھ دن اور دنیا کی ہوا کھا رہے ہیں۔

مشق نمبر ۸۳

(الف)- جو شخص سب سے آگے بڑھا معلوم ہوا کہ کوئی راجوں کا مہاراجہ ہے۔ سر پر سورج کی کرن کا تاج ہے۔ اس کی حقداری جنگل اور پہاڑوں کے جانوروں کو جانثاری میں حاضر کرتی ہے۔ فرقہ فرقہ کے علماء اور مورخ اسے دیکھتے ہی شاہانہ طور سے لینے کو بڑھے۔ اور وہ بھی انکسار کے ساتھ سب سے پیش آیا مگر ایک شخص کہن سالہ زنگت کا کالا ایک کتاب بغل میں لئے ہندوؤں کے غول سے نکلا اور باواز بلند چلایا۔ کہ آنکھوں والو! کچھ خبر ہے؟ دیکھو دیکھو اس کے سمجھنے میں غلطی نہ کرو۔ یہ انسان نہیں دیوتا ہے۔ یہ کہکر آگے بڑھا۔ اور اپنی کتاب نذر گزاری۔ اس نے نذر قبول کی اور نہایت خوشی سے اس کے لینے کو ہاتھ بڑھایا۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا ہاتھ بھی فقط سورج کی کرن تھا۔ اس وقت ایک بمان یعنی ہوائی تخت آیا۔ اور وہ اس پر سوار ہو کر آسمان کو اڑ گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ راجپندر جی ہیں۔ اور یہ والمیک ہے جس نے رامائن نذر کی۔

(ب)- ا۔ آجکل شہر کی صحت کا جو حال ہے آپ سے پوشیدہ نہیں۔

۲- بنی بات کے بگاڑنے والے تو سبھی ہیں لیکن بگڑی کے بنانے والے بہت کم ہیں۔

۳- غریب رندھیر کو کیا خبر تھی کہ اس بڑھیا سے بات کرنا مصیبت کا سامنا ہوگا

۴- خالی باتوں سے پیٹ نہیں بھرتا۔

۵- میاں سعید شاباش! تم تو جاتے ہی بدل گئے۔ ایسے کھیل میں لگے کہ ماں کو بھول کر بھی خط نہ لکھا۔

مشق نمبر ۸۴

ں - رانا اودے سنگھ کا بیٹا سکت سنگھ باپ سے خفا ہو کر آیا تھا۔ اور اکبر کے دربار میں حاضر تھا۔ اکبر نے اُس سے کہا۔ "سکت دیکھیں تم اس مہم میں کیسی خدمتیں بجا لاتے ہو۔" اُس نے زبان سے تو بہت کچھ اقرار کئے۔ مگر موقعہ پا کر میدان جنگ سے بھاگا۔ باپ کو جا کر اس حال کی خبر دی۔ چتوڑ کا قلعہ تین کوس لمبا اور آدھ کوس چوڑا تھا۔ قدرتی چشمے اس کے اندر جاری تھے۔ سامان کھانے پینے اور لڑائی کا اس قدر تھا کہ مدتوں ختم نہ ہو سکتا تھا۔ بادشاہی فوجوں نے قلعہ گھیر لیا۔ محاصرہ تنگ تھا۔ کہ آمد و رفت بند کر دی۔ بہادر ہر روز حملے کرتے۔ زخمی ہوتے اور مارے جاتے تھے۔ فائدہ کچھ نہ تھا۔ سب کی صلاح ہوئی کہ سرنگیں لگاؤ اور فصیل اُڑا کر قلعہ میں گھس جاؤ۔

ب - ۱ - جو ہوا سو ہوا اب اس پر خاک ڈالو

۲ - درزی کوٹ میں بٹن ٹانکنے کے لئے سوئی میں دھاگا ڈال رہا ہے۔

۳ - انسان کو ذرا سی بات پر آپے سے باہر نہ ہونا چاہیئے

۴ - دہلی کی جامع مسجد ایسی عالیشان ہے۔ کہ اُس کے آگے اور عمارتیں پانی بھرتی ہیں۔

۵ - رات کو ایک دفعہ نیند اچاٹ ہو جاتی ہے تو پھر مشکل ہی سے آتی ہے۔

مشق نمبر ۸۵

ں - کسی اور جگہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کہ بابر اپنے کنبے سے بڑی محبت رکھتا تھا۔ اور محل کی بیگمات کا بہت احترام کرتا تھا۔ خاندان مغلیہ کے حکمرانوں میں اس کا درجہ اگر بلند ترین نہیں تو اس کے بہت اونچے ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اُس نے بیج بو یا دوسروں نے اس کی محنتوں کا پھل کھایا۔ اس کو اپنی مختصر سی حکومت کے دوران میں اپنی نئی سلطنت کے نظام اور اس کی آمدنی کو بڑھانے کے لئے وقت نہ مل سکا۔ اگر وہ کچھ اور جیتا تو اپنی اس انتظامی قابلیت کا ثبوت دیتا جو اکبر سے کم نہ تھی۔ جب ہم اکبر کی چنچل طبیعت اور

اورنگ زیب کی سنجیدہ خصلت سے بابر کی خصلت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ تو دیکھتے ہیں کہ اس کی سادگی اور انسانیت نے اس کے کیریکٹر یا خصلت کو مغل بادشاہوں میں سب سے زیادہ دلکش بنا دیا۔

۱۔ جب لونگسٹن (LIVINGSTONE) اس گاؤں میں پہنچا۔ تو نہایت مایوس تھا۔ بیماری کی وجہ سے زندگی کی اُمید نہ تھی۔

۲۔ پریذیڈنٹ وِلسن (PRESIDENT WILSON) اپنے ارادے میں مضبوط تھا۔ اس لئے جلسے میں ہُلڑ ہونے پر بھی کام پورا ہوگیا۔

۳۔ مجھے اپنی ذمہ واری کا پورا احساس ہے۔ اور امید ہے کہ ضرورت کے موافق میں اپنی قابلیّت کا اظہار کر سکوں گا۔

۴۔ اس کی قسمت نے یاوری کی اور آخیر دم پر اس کے ساتھیوں نے اس کو بچا لیا۔

۵۔ یہ یکتا سپاہی اب اپنی جان بچانے کے لئے دنیاوی عیش و آرام کو چھوڑ کر گھر سے نکل اٹھا۔

۶۔ فتح اس کے ساتھیوں سے نکل گئی۔ اور وہ اپنے خیالات میں ڈوبا وہیں کھڑا رہا۔

مشق نمبر ۸۶

کسی یونانی مصنف نے ایک پری کا بڑا اچھا قصہ لکھا ہے۔ یہ پری کبھی کبھی بہت بری شکل میں نکلا کرتی تھی۔ جو لوگ اس بھیس میں اس کو حقیر سمجھتے اور نفرت کرتے تھے۔ وہ پھر ہمیشہ اس کی برکتوں سے محروم رہتے تھے۔ لیکن جو لوگ اس کی بدنما صورت کے باوجود اس پر رحم کھاتے اور اس کی حفاظت کرتے تھے۔ وہ اُن کے پاس بعد کو بڑی خوشنما صورت میں بہت سے قیمتی تحفے لے کر آتی تھی۔ ایسی ہی ایک پری آزادی ہے۔

کسی جلسہ میں ایک مشہور کنجوس نے چندہ میں سونے کی ایک مہر دی۔ چندہ جمع کرنے والا غلطی سے پھر اس کے پاس جا پہنچا۔ کنجوس نے کہا "میں تو دے چکا"۔ جمع کرنے والے نے کہا۔ معاف کیجئے۔ اگرچہ میں نے دیکھا نہیں۔ مگر مجھے یقین

ہے۔ کہ آپ دے چکے ہیں۔ ایک مشہور فلسفی پاس بیٹھا تھا۔ وہ آہستہ سے بولا۔ مگر میں نے تو دیکھا تھا۔ پھر بھی یقین نہیں آتا۔

حل ۱۔ "کیا ولایتی ڈاک آگئی ہے؟

مجھے ٹھیک معلوم نہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ ضرور آگئی ہوگی۔ آج اس کے آنے کا دن تھا۔"

۲۔ چوکیدار رات بھر سوتا نہ رہتا تو چور گھر میں نہ گھس پاتے۔ کیوں یہی بات ہے نا؟

۳۔ سورج مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوبتا ہے۔ اگر تم مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو تو تمہارے اُلٹے ہاتھ کو شمال ہوگا۔ اور سیدھے ہاتھ کو جنوب۔

۴۔ موہن نے اپنے دوست سے پوچھا۔ کیا بجا ہے؟ دوست نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ میری گھڑی تو بند ہے۔ کئی دن سے ٹھیک وقت نہیں دیتی۔ بگڑ گئی ہے۔" موہن نے کہا۔ "چلو۔ ابھی گھڑی ساز کو مرمت کے لئے دے دیں۔"

مشق نمبر ۸۷

۵۔ آج کل ہمارے ملک میں اس بات کا چرچا ہو رہا ہے۔ کہ تمام ملک کی مشترکہ زبان ہو جائے۔ ۳ دسمبر کو کلکتہ میں ایک بہت بارونق کانفرنس اسی مقصد کے لئے منعقد ہوئی۔ جس میں یہ قرار پایا۔ کہ ہندی کو مشترکہ زبان بنایا جائے۔ ہندوستان ملک نہیں بلکہ ایک برّاعظم ہے۔ اور اس میں صوبہ صوبہ کیا۔ بلکہ کئی جگہ ضلع ضلع کی بولی میں فرق دیکھا جاتا ہے۔ اسلئے یہ بہت مشکل ہوتا ہے۔ کہ بہت جلد اس بات کا فیصلہ ہو جائے۔ ہاں صوبہ صوبہ میں دیسی زبان کا رواج بہت جلد جاری ہو رہا ہے۔ مثلاً بنگال میں بنگالی۔ مدراس میں مدراسی۔ بمبئی میں مرہٹی۔ اضلاع متحدہ میں ہندی اور پنجاب میں پنجابی کا رواج دینے کی سرتوڑ کوششیں ہو رہی ہیں۔ اگر پنجاب کو لیں تو بڑا بھاری اختلاف اس بارے میں پایا جاتا ہے۔ ایک جماعت ہندی

کو پنجابی کے مقابلہ میں ترجیح دینا چاہئے ہے۔

ط - ۱- طرح طرح کے پھول کھلے ہیں۔ کہیں نرگس ہے۔ کہیں لاجونتی۔ کہیں چنبیلی اور کہیں گلاب۔

۲- ملیریا کے دنوں میں ڈاکٹروں ویدوں اور حکیموں کی چاندی ہوتی ہے۔

۳- وہ چڑچڑا اور سڑیل ہے۔ بہت جلد ناراض ہو جاتا ہے۔

۴- ہزاروں آدمی کتوں کی موت مرے۔

۵- اس کو دیکھ کر جان میں جان آئی۔

مشق نمبر ۸۸

ہ - ابن بطوطہ لکھتا ہے۔ کہ محمد تغلق آدمی تو عالم فاضل تھا۔ لیکن نہایت کوتاہ اندیش اور سخت گیر تھا۔ مزاج ایسا تھا کہ ذرا سی بھی مخالفت برداشت نہ تھی۔ دہلی میں جو ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ تو اس نے اپنی کوتاہ اندیشی سے قحط کے دفعیہ کا یہ طریقہ نکالا۔ کہ دیوگری کو دولت آباد کے نام سے اپنا دار الخلافہ بنایا۔ اور دہلی کی تمام رعایا کو دیوگری میں جا کر بسنے کا حکم دیا۔ لیکن جب وہاں بھی لوگ بھوکے مرنے لگے۔ تو انہیں پھر دہلی جانے کا حکم ہوا۔ اس آمد و رفت کا نتیجہ ہوا۔ کہ ہزاروں آدمی سفر کی صعوبتوں کا شکار ہو گئے۔ ایک دفعہ فارس اور تاتار کی تسخیر کا شوق چرایا۔ اور ایک نوجوانوں کی فوج چین کے فتح کرنے کو بھیجی۔ اکثر سپاہی بیچارے راستہ ہی میں ہلاک ہو گئے۔ غرض تمہارا کام سے سختگیری۔ خود سری اور جنون ظاہر ہوتا تھا۔ بھلا ایسے بادشاہ کے عہد میں امن و فلاح کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ ہر ایک صوبہ میں فساد برپا ہوا۔ دکن اور سندھ ہاتھ سے نکل گئے۔ بادشاہ سندھ کے باغیوں کی سرکوبی کو چلا ہی تھا۔ کہ کراچی کے نزدیک ۱۳۵۱ء میں موسمی بخار سے مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا فیروز شاہ تخت دہلی پر جلوہ افروز ہوا۔

ط - ۱- دور کے ڈھول سہاونے۔

۲- اپنے منہ میاں مٹھو۔

۳- اُلٹے بانس بریلی کو۔

۴- دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

۵- ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔
۶- جھوٹ کے پاؤں کہاں۔
۷- ہونی کے سب سنگاتی۔

مشق نمبر ۸۹

۵- چین کی دیوار ایسی صنعت اور کاریگری کا نمونہ ہے۔ کہ انسان کو اسکے دیکھنے سے خدا کی قدرت نظر آتی ہے۔ ایک نہایت مشہور آدمی کا قول ہے۔ اگر کوئی فخر سے یہ بات کہے کہ اس کے دادا نے چین کی دیوار دیکھی ہے۔ تو اس کی شیخی بے جا نہیں۔ یہ دیوار قریب آٹھ سو کوس لمبی ہے۔ اور تیس گز اونچی اور اس قدر چوڑی ہے۔ کہ چھ سوار پہلو بہ پہلو فراغت سے اس پر گھوڑے دوڑا سکتے ہیں۔ اور سو سو قدم پر دو منزلے سہ منزلے برج بنے ہوئے ہیں۔ بعض بعض مقام پر یہ دیوار آدھ آدھ کوس اونچے پہاڑوں کی چوٹی سے گزری ہے۔ اور زیادہ عجیب بات یہ ہے۔ کہ جس جگہ دریا میں بنائی ہے۔ وہاں صدہا جہاز پتھروں سے بھرے ہوئے پانی میں ڈبوئے ہیں۔ اور ان پر اس کی بنیاد کو قائم کیا ہے۔ تاریخوں میں لکھا ہے۔ کہ ۲۰۴ سال قبل مسیح یہ دیوار تعمیر کی گئی تھی۔ اور اس کا اصل مقصد یہ تھا۔ کہ چینیوں کو وحشی تاتاریوں کے متواتر حملوں اور یورشوں سے محفوظ کرے۔ دیوار کیا ہے قدیم چینیوں کے عزم و استقلال کی ایک جلیل الشان یادگار ہے۔

۶- ۱- میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ یہ بات مجھ سے نہ ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔
۲- ایک بار کہا ہزار بار سمجھایا۔ لیکن اس کے پتھر دل پر مطلق اثر نہ ہوا۔
۳- آپ کل ضرور تشریف لائیے گا۔ اور وقت مقررہ پر۔
۴- بھئی انگریزی راج کی یہ خوبی کیا کم ہے۔ کہ شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔

۶- ہم نے جو کہا تھا کہہ چلے۔ مانو تو نہ مانو تمہارا اختیار ہے۔

مشق نمبر ۹۰

س- تیسرے شخص نے کہا۔ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ کہ میں ایک فقیر ہوں۔ دوسروں کی مصیبت کو دور کرنا ہی ہم لوگوں کا فرض ہے۔ ڈیڑھ مہینہ ہوا میں کلکتہ آیا تھا۔ تب سے ہی رات دن ان کو جو آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں تلاش کر رہا ہوں۔ اتفاق کی بات ہے۔ کہ آج اچانک ان سے ملاقات ہو گئی۔ میں ان کی ہی تلاش میں ایک جگہ جا رہا تھا۔ جب میں نے راستہ ہی میں دیکھا۔ کہ یہ آپ پر گھات لگائے آپ کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ اس پر میرے دل میں شک پیدا ہوا۔ اور میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہی ہو لیا۔ جو سوچا تھا وہی ہوا۔ میں نے یہاں پہنچنے سے پہلے ان کو نہیں پہچانا تھا۔ لیکن جب یہ روشنی کے سامنے آئے تو میں نے ان کو پہچان لیا۔ اس طرح میرا مدعا بھی پورا ہو گیا۔ اب میں آپ سے یہی چاہتا ہوں کہ آپ مہربانی کر کے ان کی جان بخشی کر دیں۔ اگر میں ان کو نہ بھی پہچانتا۔ تب بھی میری یہی خواہش تھی۔ کہ ان کی جان بچ جاوے۔ اس لئے آپ کو وہاں سے یہاں بلا لیا۔ وہاں بات چیت اس لئے نہیں کی۔ کہ کہیں پہرے والے سپاہی پکڑ نہ لیں۔

مارواڑی نے کہا کہ ایک تو یہ برہمن ہیں۔ اور دوسرے آپ کا حکم ہے اس لئے آپ تشریف لے جاویں۔ میں ان کو چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ آپ ان کی تلاش میں کیوں مصروف تھے۔

ج- ۱- کیوں روتی ہو سندری۔ ابھی تمہارا کیا بگڑا ہے۔ اس بچے کی طرف تو دیکھو۔

۲- میں گھر ہرگز نہیں جاؤں گا۔ دراصل کون سا منہ لے کر وہاں جاؤں۔ میں تو اب فقیر ہو کر آپ کے ساتھ ہی دن کاٹوں گا۔

۳- ہمیں نہ ستاؤ۔ ہمیں جی بھر کر رونے دو۔ ہمارا دکھ اسی طرح ہی لکھا ہو گا۔

۴- تمہارے گلے میں یہ ہار بہت ہی اچھا لگتا ہے۔ اور جب کبھی تم آیا کرو گے۔ میں ایک ہار بنا کر دیا کروں گی۔

۵- کلیجہ پھٹتا ہے۔ مُنہ سے بات نہیں نکلتی۔ لیکن پھر بھی اپنی رام کہانی سناؤں گی۔

۶- میں کیا کہوں۔ جو کچھ تم کرتے ہو۔ میں اِس میں ذرا بھی دخل نہیں دے سکتی۔

مشق نمبر ۹۱

۵- اگلے دِن چھوٹا بیٹا سلیم ابھی سو کر نہیں اٹھا تھا۔ کہ بیدارا نے آجگایا۔ کہ چھوٹے صاحبزادے اُٹھئے۔ بالا خانہ پر میاں بُلاتے ہیں۔ سلیم کی عمر اس وقت کچھ کم دس برس کی تھی۔ سلیم نے جو طلب کی خبر سنی گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور جلدی سے ہاتھ منہ دھو ماں سے آکر پوچھنے لگا۔ "اماں جان! تم کو معلوم ہے کہ ابا جان نے کیوں بلایا ہے"؟

ماں- بھائی مجھ کو تو کچھ خبر نہیں۔

سلیم- بیدارا! تم کو کچھ معلوم ہے؟

بیدارا- میں اُوپر لوٹا لینے اُوپر گئی تھی۔ میاں اکیلے بیٹھے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے۔ میں آنے لگی۔ تو میاں نے آپ کا نام لیا اور کہا ــــــــــ ان کو بھیج دیجیو۔

سلیم- صورت سے کچھ غصّہ تو معلوم نہیں ہوتا۔

بیدارا- نہیں تو۔

سلیم- تو اماں جان ذرا تم ہی میرے ساتھ چلو۔

اماں- میری گود میں لڑکی سوتی ہے۔ تم اِتنا ڈرتے کیوں ہو۔ جاتے کیوں نہیں۔

سلیم- کچھ پوچھیں گے۔

اماں- جو کچھ پوچھیں گے۔ تم اس کا معقول طور پر جواب دینا۔ غرض سلیم ڈرتا ڈرتا اوپر گیا۔ اور سلام کر کے الگ جا کھڑا ہوا۔ باپ نے پیار سے بُلا کر پاس بٹھا لیا۔ اور پوچھا۔ کیوں صاحب ابھی مدرسے نہیں گئے؟

سلیم - جی اب جاتا ہوں - ابھی کوئی گھنٹہ بھر کی دیر اور ہے -

باپ - تم اپنے بھائی کے ساتھ مدرسے جاتے ہو یا الگ ؟

بیٹا - کبھی کبھی بھائی جان کے ساتھ چلا جاتا ہوں - ورنہ اکثر اکیلا جاتا ہوں -

باپ - کیوں ؟

بیٹا - اگلے مہینے امتحان ہونے والا ہے - بھائی جان اسی کے واسطے تیاری کر رہے ہیں - صبح سویرے اٹھ کر کبھی ہم جماعت کے ہاں چلے جاتے ہیں - وہاں ان کو دیر ہو جاتی ہے - تو پھر گھر بھی نہیں آتے - میں جاتا ہوں تو ان کو مدرسے میں پاتا ہوں -

۶ - ۱ - اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہوتا ہے -

۲ - موت کی جوت آتی ہے -

۳ - میاں جامے سے باہر کیوں ہوتے ہو -

۴ - جتنا گڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہو گا -

۵ - تمہاری وہاں دال گلنی محال ہے -

۶ - تم بھی خوب بال کی کھال نکالتے ہو -

۷ - سر منڈاتے ہی اولے پڑے

۸ - اونٹ کی داڑھی میں زیرہ

مشق نمبر ۹۲

۵ - اے آسمانوں کی روشنی اور اے ناامیدوں کی تسلی امید! تیرے ہی شاداب اور سرسبز باغ سے ہر ایک محنت کا پھل ملتا ہے - تیرے ہی پاس ہر ایک درد کی دوا ہے - تجھ ہی سے ہر ایک رنج کی آسودگی ہے - جنگلوں میں بھٹکتے بھٹکتے تھکا ہوا مسافر تیرے ہی گھنے باغ کے سرسبز درختوں کے سایہ کو ڈھونڈتا ہے وہاں کی ٹھنڈی ہوا - جانوروں کے راگ - بہتی نہروں کی لہریں اس کے دل کو راحت دیتی ہیں - اس کے مرے ہوئے خیالات کو پھر زندہ کرتی ہیں - تمام فکروں سے دور ہوتے ہیں - اور دور دراز زمانہ کی خیالی خوشیاں سب آ موجود ہوتی ہیں -

ط - ۱- لوگوں کی عادت ہے دوسروں کا چھوٹے سے چھوٹا قصور دیکھ لیتے ہیں۔ اپنا بڑے سے بڑا قصور نہیں دیکھتے۔

۲- میں یہ پاپ اپنے سر لینے کو تیار نہیں۔

۳- یہ ہماری ظاہری ٹیپ ٹاپ ہے۔

۴- تم اس طرح میری آنکھوں میں دھول نہیں ڈال سکتے۔

۵- چپڑاسی ہر روز صبح میز کرسی اور بنچ جھاڑتا ہے۔

۶- ساہوکارہ ایک ایسا بدنصیب روزگار ہے۔ جس میں غریبوں کے گلے دبائے جاتے ہیں۔

مشق نمبر ۹۳

ط - کئی بار ایسا ہوتا ہے۔ رات کے گیارہ یا بارہ بج گئے ہیں یا رات ڈھل گئی ہے۔ یا پچھلا پہر ہے۔ سب لوگ آرام کی نیند لے رہے ہیں۔ کہ یکا یک دروازہ پر آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ کواڑ کھولو! کواڑ کھولو! پھر بعض سونے والے بھی ایسے غافل سوتے ہیں کہ مشکل سے جاگتے ہیں۔ یا دروازہ سے بہت فاصلہ پر ہوتے ہیں۔ یا جاڑوں کے موسم میں مکان کے اندر کواڑ بند کر کے سوتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں بے اطلاع آنے والے مہمان کو گھڑیوں پکارتے پکارتے اور چلاتے چلاتے اور کواڑ کھٹکھٹاتے اور زنجیریں ہلاتے گزر جاتی ہے۔ اور جب ان تمام مشکلات کے بعد کواڑ کھلے۔ اور صاحب خانہ کو بھی بڑی تکلیف کے ساتھ جگایا گیا۔ تو اب خیال کرنا چاہیئے کہ اس غریب پر اس وقت کیا گزرتی ہوگی۔ پھر کبھی یہ ہوتا ہے۔ کہ مکان مختصر ہے۔ یا اس میں پہلے سے اور مہمان فروکش ہیں۔ اور مکان میں زیادہ جگہ نہیں ہے۔ اور صاحب خانہ کسی ایسی تشویش میں ہے کہ اس کو اپنے مہمان سے بہ اطمینان اور خوشی سے ملنے کی فرصت نہیں۔ ان تمام باتوں کے لحاظ سے مہمان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے آنے سے پہلے اپنے میزبان کو حتے الامکان اطلاع دی جائے۔

ط - ۱- لاکھ جائے پر ساکھ نہ جائے۔

۲- سیو ابن میوہ نہیں۔

۳۔ اِن حالات میں میرا وہاں جانا مناسب نہ تھا۔ اگر پھر چلا بھی جاتا تو سوا مایوسی کے اور کیا حاصل ہو سکتا تھا۔

۴۔ یہ لفظ روزمرہ کی بول چال میں نہیں آتے۔ خاص خاص موقعوں پر بھی کم ہی استعمال ہوتے ہیں۔

۵۔ مُھوک میٹ کواڑ پا پڑا۔

مشق نمبر ۹۴

۱۔ دُنیا باہمت شخص کو سراہتی ہے۔ اور کم ہمت کو کوستی ہے۔ کیوں! کہا جاتا ہے کہ وہ حوصلہ مند ہے۔ جو مصیبت کے وقت گھبراتا نہیں۔ تکلیف کو چپکے چپکے سہتا ہے۔ یہ بُزدل ہے سختی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور اپنے ساتھ اوروں کو بھی دُکھ دیتا ہے۔ لیکن سوچنا چاہیئے۔ بھلا اپنا بُرا کون چاہتا ہے۔ بُرا شخص بھی اپنا بُرا نہیں چاہتا۔ پھر بُزدل اپنے پاؤں پر کلہاڑی کیوں مارنے لگا۔ وہ بیچارا تو اپنے سر پر پہاڑ گرتا دیکھتا ہے۔ زلزلہ آتا محسوس کرتا ہے۔ اور پاؤں تلے سے زمین سرک جاتی ہے۔ پھر غریب کس طرح نہ چیخے اور چلائے۔

۲۔ اُستادوں کا ادب کرنا۔ بزرگوں کی عزت کرنا۔ ماتا پتا کا کہنا ماننا۔ غریبوں کی حمایت کرنا نیک چال چلن اور دانا آدمیوں کی صحبت رکھنا اور اپنے بھائیوں سے پریم رکھنا ہی آدمی کی بڑھوتری ظاہر کرتا ہے۔

۲۔ آدمی کی زندگی پانی کے بلبلہ کی طرح ہے۔ کچھ بھی بھروسہ نہیں۔ کل وہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ رات ہی رات میں چل بسا۔

۳۔ تپ دِق کیا ہی کٹھور بیماری ہے۔ جوں جوں علاج کیا جاتا ہے۔ توں توں مرض بڑھتا جاتا ہے۔

۴۔ آدمی تو ہم نے بہت ہی دیکھے۔ لیکن تجھ سا چالاک کوئی نہ ملا۔

مشق نمبر ۹۵

۱۔ لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ اور اس کے انتظام کے لئے ایک لائق اور تجربہ کار سپہ سالار کی ضرورت تھی۔ لارڈ کچنر جو پہلے ہندوستان میں سپہ سالار اعظم رہ چکے تھے۔ متحدہ

افواج کے سپہ سالار اعظم بنائے گئے۔ اُنھوں نے جلدی ہی بڑے جوش کے ساتھ لڑائی کی تیاری کی۔ اور سامانِ جنگ اور گولہ بارود توپیں اور بم کے گولے وغیرہ تیار کرائے۔ اُنھوں نے نہایت جلد ایک بہت بڑی فوج جمع کر لی۔ لڑائی کا اعلان ہوتے ہی انگریزی قوم نے اپنی مُلکی ہمدردی کا بڑے جوش کے ساتھ اظہار کیا۔ سترہ برس کے نوجوانوں سے لے کر پچاس برس کے بڈھے تک لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ طالب علموں نے سکول اور کالج چھوڑ دیئے۔ کسانوں نے کھیتی باڑی چھوڑ دی۔ مُلازموں نے نوکری سے استعفےٰ دے دیا۔ اُستادوں نے پڑھانے کا کام چھوڑ دیا۔ سوداگروں نے تجارت بند کر دی۔ اور سب نے مُلکی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے جنگ میں پُورا پورا حصّہ لیا۔ اور انگلینڈ اور دیگر چھوٹے چھوٹے مُلکوں کی خود مختاری قائم رکھنے کے لئے جان دینے پر تیار ہو گئے۔ بڑے بڑے امیر لوگ جو بڑے آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور جن کو بظاہر اصولِ جنگ سیکھنے کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی۔ ڈرل (DRILL) سیکھنے لگے۔ عورتوں نے بڑی خوشی سے اپنے شوہروں اور بیٹوں کو میدانِ جنگ میں لڑنے کے لئے بھیج دیا۔

گ۔ ۱۔ ایک مچھلی سارے جل کو گندا کر دیتی ہے۔

۲۔ ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی۔

۳۔ ہمارے مُلک میں پھل اکثر کھانا کھانے کے بعد کھائے جاتے ہیں۔ مگر یورپ میں بعض لوگ صبح کا ناشتہ پھلوں سے شروع کرتے ہیں۔

۴۔ جب آپ جلسے کے موقع پر تشریف لائیں۔ تو میری کتاب ضرور لیتے آئیے گا۔ دیکھنا ہرگز نہ چُوکنا۔

۵۔ کیا آپ اپنے ماموں کو ریل پر سوار کرا آئے ہیں؟ گاڑی کس وقت چھوٹی؟ مسافر بہت تو نہ تھے؟

مشق نمبر ۹۶

الف۔ ہم جس طوفانی ہوا میں گھر گئے تھے۔ وہ اِس قدر تند تھی۔ اور دیر تک رہی کہ مسافر گھبرا گئے۔ یہ ایک نہایت ہی ہیبت ناک منظر تھا۔ سب کے سب اِس عام خطرے کے سامنے آپنے آپس کے اختلافات بھول گئے اور ایک ہو گئے۔ کیا مسلمان اور

ہندو اور کیا عیسائی، سب صرف ایک خدائے واحد کو یاد کرنے لگے بعضوں نے کئی منتیں مانیں۔ کپتان بھی مسافروں کے ساتھ اُن کی دعاؤں میں شامل ہو گیا۔ اس نے ان سبھوں کو یقین دلایا۔ کہ اگرچہ یہ طوفان خطرے سے خالی نہیں ہے۔ تاہم اس سے بھی زیادہ خراب طوفانوں کا تجربہ ہوا ہے۔ اور سمجھایا کہ ایک اچھا بنا ہوا جہاز تقریباً ہر قسم کے طوفان کو جھیل سکتا ہے۔ مگر مسافروں کے دلوں کو اس سے اطمینان نہ ہو سکا۔ ہمارا جہاز اس قدر ڈگمگانے اور ہچکولے لینے لگا گویا یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب کوئی دم میں اُلٹ جائیگا۔ "اے خدا تیری مرضی ہو کر رہے گی" یہی ایک پکار تھی جو ہر ایک کے لب پر تھی۔ جہاں تک میں یاد کر سکتا ہوں۔ ہم اس خطرناک حالت میں کوئی چوبیس گھنٹے رہے ہوں گے کہ مطلع صاف ہو گیا۔ سورج دکھائی دیا اور کپتان نے کہا کہ طوفان گزر گیا۔

ب ۱- آج میری منگنی کل میرا بیاہ۔ ٹوٹ گئی منگنی رہ گیا بیاہ۔
۲- جو سکھ چھجو کے چوبارے۔ وہ نہیں بلخ نہ بخارے۔
۳- بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔
۴- کام پیارا ہے چام پیارا نہیں۔
۵- جیسا دیس ویسا بھیس۔

مشق نمبر ۹۷

س - اگلے دنوں لڑائی کے زمانہ میں سب سے شدید دشمن جس کا[1] سامنا کرنا پڑتا تھا وہ بیماری تھی۔ تھوڑے سے اعداد و شمار دیکھنے سے ظاہر ہو جائیگا۔ کہ اگلے دنوں دشمن کی کوششوں[2] کے مقابلہ میں فوج کے واسطے بیماری کتنی خطرناک[3] رہی ہے۔ نپولین کی لڑائی میں زخم کھا کر ولنگٹن کے جتنے آدمی مرے۔ اس سے دس گنا بیماری سے ضائع ہوئے۔ ایک جاڑے میں اس سے زیادہ آدمی بیماری سے مر گئے جتنے پچھلی گرمی کی لڑائی میں تمام وجہوں سے ملا کے ضائع ہوئے تھے۔ کریمیا کی لڑائی میں بیماری سے انگریزوں کا نقصان اکیس ہزار جانوں کا ہوا۔ حالانکہ لڑائی میں صرف چار ہزار کام آئے۔ جنوبی افریقہ کی لڑائی میں بھی اکیس ہزار سے کچھ زائد سپاہی گھائل ہو کے ہسپتالوں میں آئے۔ اور بیمار

ہو کر چار لاکھ سے اُوپر داخل ہوئے۔ آجکل کی بڑی لڑائی میں حساب لگایا گیا ہے کہ لڑ کر دس مرے تو بیماری سے ایک ہی مرا۔ یہ عجیب انقلاب فوج میں علاج کی بڑی ترقی کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ سچ ہے کہ آج کل لڑائی میں جان لینے کے طریقے میں کمال حاصل ہو گیا ہے۔ لیکن علاج اور بیماری سے بچنے کی تدبیروں میں اس سے زیادہ ترقی ہوئی ہے۔

۱۵۔ ۱۔ ادھر اورنگ زیب بھی بھولا بھالا بادشاہ نہ تھا کہ داؤں میں آجاتا۔
۲۔ آسمان پر کالی گھٹا چھائی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ موسلا دھار مینہ برسے گا۔
۳۔ میں اس کی آنکھ میں کھٹکتا ہوں۔
۴۔ اس نے اپنے سارے خاندان کی ناک کٹوا دی ہے۔
۵۔ جب میں نے مُنہ پر سُنائیں تو وہ آپے سے باہر ہو گیا۔

مشق نمبر ۹۸

فارس میں اور ہندوستان کے بعض حصّوں میں ایک مثل مشہور ہے۔ باز لڑکے کو اٹھا لے گیا۔ اور چوہا لوہا کھا گیا۔ یہ ذیل کی کہانی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

ایک آدمی نے سفر کو جاتے وقت کئی مَن لوہا ایک سوداگر دوست کے پاس امانت رکھا۔ کئی سال کے بعد وہ واپس آیا۔ اور اس دوست سے وہ لوہا منگوا بھیجا۔ اس سوداگر نے جس کے پاس لوہا امانت تھا۔ بد دیانت ہونے کے سبب سے لوہا بیچ لیا تھا۔ اب کہلا بھیجا کہ مجھے بہت افسوس ہے کہ لوہا چوہے کھا گئے۔ اس جواب سے دوسرے سوداگر کو کس قدر تعجب ہوا۔ وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ چوہوں نے لوہے کو کیسے توڑا اور کیونکر چبا گئے۔ تو بھی اس نے اس معاملہ میں لفظی بحث نہ کی۔ بلکہ سیدھا اس جگہ گیا۔ جہاں چھوٹے سوداگر کا بیٹا کھیل رہا تھا۔ اس لڑکے کو پھسلا کر کسی پوشیدہ مقام پر لے گیا۔ سوداگر نے اپنے لڑکے کا کھویا جانا معلوم کر کے غم سے دیوانہ سا ہو گیا۔ وہ اپنے بال نوچتا ہر جگہ چیختا چلاتا پھرتا تھا میرا بیٹا کہاں ہے؟ دوسرے سوداگر نے اس کو ایسی مصیبت میں دیکھ کر دریافت کیا کہ کیا ہوا؟ اُسے جواب ملا کر چھوٹا لڑکا یا تو بھٹک گیا ہے۔ یا اُسے کوئی چرا لے

گیا ہے۔ اُس نے کہا۔ افسوس میں نے ایک بڑے سے باز کو لڑکے کے سر پر منڈلاتے دیکھا تھا۔ وہ پرند ضرور اُسے اڑا لے گیا ہوگا۔ غمزدہ سوداگر نے کہا۔ تم میری مصیبت میں مجھ پر ٹھٹھا کرتے ہو۔ باز کیونکر میرے لڑکے کو اٹھا لے جا سکتا ہے۔ دوسرے سوداگر نے جواب دیا۔ ایسی آسانی سے جیسے چوہے لوہے کو کھا گئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کھویا ہوا لڑکا کھوئے ہوئے لوہے کے بدلے میں واپس مل گیا۔

مشق نمبر ۹۹

جونہی کہ معلوم ہوا۔ کہ ہم اس دن سفر نہ کریں گے محل شاہی میں سوداگروں کی ایک بھیڑ لگ گئی۔ یہ لوگ ملک کی انوکھی چیزیں ہم لوگوں کو دکھانے آئے تھے۔ سوداگری کی جو چیزیں ان کو دکھائی گئیں۔ ان میں سب سے انوکھی چیز چکیں (LINDX) تھیں۔ جو ان گرم ملکوں میں دروازوں اور کھڑکیوں پر اکثر لگایا کرتے ہیں۔ یہ بانس کی پتلی پتلی تیلیوں کو ریشم کی ڈوری سے باندھ کر بنائی جاتی ہیں۔ اور ان پر طرح طرح کی خوبصورت تصویریں زینت کے لئے بنی رہتی ہیں۔ سب کے اوپر خوبصورت وارنش (VARNISH) رنگوں کی چمک بڑھاتا اور اس ہلکے جالی کے کام (TRELLIS WORK) کو نہایت شگفتہ اور خوشنما کر دیتا ہے۔ اس شہر میں طرح طرح کے خوشبودار ہار بھی بکتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے۔ کہ ہم لوگوں نے ایسی تفریح کا سفر کبھی نہیں کیا۔ منظر سے تو برابر تفریح ہوتی ہی رہی۔ موسم بھی تھوڑا بہت خوشگوار تھا۔ رات بہت ٹھنڈی نہ تھی۔ لیکن اتنی تھی کہ آرام سے سانس لے سکتے تھے۔ رات کے ایک بجے ہم لوگوں نے دیکھا کہ ایک روشنی ہم لوگوں کی طرف بڑھتی آتی ہے۔ جو ہماری جیسی تھی۔ مگر اس میں مشعلیں نہ تھیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد دونوں مل گئیں۔ اور دونوں میں فرق نہ رہا۔

ہم لوگ ایک چھوٹے قصبے میں پہنچے۔ اور ہمیں کھانا کھانے کے لئے ٹھیرنا پڑا۔ اس مقام کے مجسٹریٹ نے جو ہماری راہ دیکھ رہا تھا۔ اپنے سب لالٹین والوں کو ہمارے محافظوں کی تعداد بڑھانے کو بھیج دیا تھا۔ ہم لوگوں کو کھانا تیار ملا۔

سب کو بھوک بھی اچھی لگتی۔ اس کے بعد جو خدمتگار ہمارا ساتھ دینے آئے تھے۔ ان کو سلام کر کے ہم نے پھر رات کا سفر شروع کیا۔

مشق نمبر ۱۰۰

جفعہ (QAFFA) کے رہنے والوں کی بسر اوقات کا ذریعہ کھجور کا درخت ہے۔ کھجور کا تنا ان کی جھونپڑیوں کے لئے لکڑی کا کام دیتا ہے۔ ڈالیوں کی چھاؤں ہوتی ہے۔ اندر کی چھال ٹوکریوں اور چٹائیوں کے بنانے میں کام آتی ہے کھجور خود کھائی جاتی ہے۔ اور آخری چیز اس کا رس تازہ رہتا ہے۔ جو ٹھنڈا اور مزیدار شربت ہے۔ اور کھانے کی چیز کی ضرورت ہو تو اس کے تبادلے میں مل جاتی ہے۔ کا ہل عربوں کی نظر میں کھجور میں ایک اور بھی صفت ہے۔ کہ اسے بہت تھوڑی پرداخت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بیابان کی آندھیوں میں جب درخت اکیلے رہتے ہیں۔ تو چوٹیاں اوپر کو باندھ دی جاتی ہیں۔ تاکہ ہوا کی ٹکر کو تھوڑی جگہ ملے۔ اس وقت یہ خوبصورت درخت دور سے بڑی بڑی الٹی ہوئی چھتریوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ کبھی کبھی کھجور کے درخت بغیر چوٹیوں کے بھی نظر آتے ہیں۔ ان کے اونچے اونچے کالے کالے بغیر پتوں کے تنے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ اور چوٹی کی جگہ اونچے سرے پر ایک بہت بڑی پیال کی ٹوپی (STRAW-HAT) سی رہ جاتی ہے۔ یہ وہ ہی درخت ہیں۔ جو تاڑی نکالنے کے لئے چھیدے جاتے ہیں اس کام کے لئے درخت کی چوٹی میں ایک گہرا شگاف دے دیتے ہیں۔ جس میں سے میٹھا دودھیا رس نکلتا ہے۔ اور برتنوں میں روک لیا جاتا ہے۔ لیکن رس کو فوراً کام میں لانا چاہئے۔ کیونکہ وہ ہی ایک دن میں لحن اٹھنے لگتا ہے۔ اور اس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طریقے سے چھیدے ہوئے درختوں میں پھل نہیں لگتے۔ اسی سال میں کبھی دو سال تک اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ وہ سوکھ جاتے ہیں۔ کبھی مضبوط درخت کئی سال تک چھیدے جا سکتے ہیں۔

مشق نمبر ۱۰۱

جس زمانے میں بہت لوگ سونا اور چاندی پانے کی امید میں امریکہ جایا کرتے تھے۔ پزارو (PIZZARO) نام ایک سپین (SPAIN) کا باشندہ تھا۔ جیسے اوروں کی طرح اپنی قسمت آزمانے کی بڑی خواہش تھی۔ وہ اپنے بڑے بھائی الانزو (ALONZO) کے پاس گیا۔ اور اسے اپنے منصوبے بتلا کر ساتھ چلنے کی التجا کی۔ اور وعدہ کیا کہ جو دولت ملے گی۔ اسے دونوں برابر بانٹ لیں گے۔

الانزو اس کے ساتھ چلنے پر راضی ہو گیا۔ مگر کہنے لگا کہ جو دولت مل جائے گی۔ اس کا مجھے کوئی حصہ نہیں چاہیئے۔ نہ میں کوئی اور مہربانی چاہتا ہوں۔ مگر اتنی کہ چند ملازم، چند کاشتکاری کے آلات۔ کچھ بھیڑیں اور بیل اور تھوڑا سا اناج اور بیج مجھے لے چلنے دو۔ بحری سفر کی اس انوکھی تیاری پر پزارو مسکرایا۔ مگر اس نے اپنے بھائی کی تجویز کو بلا اعتراض منظور کر لیا۔ ان لوگوں کا سفر بحری بخریت گزرا۔ اور سب کے سب سلامتی سے امریکہ میں اُترے۔ الانزو اپنے نوکروں اور مویشیوں کے ساتھ سمندر کے کنارے ٹھیر گیا۔ اور پزارو سونے کی تلاش میں ملک کے اندر چل دیا۔

پزارو اور اس کے ساتھی دور تک ملک کے اندر سفر کرتے چلے گئے۔ اور آخرکار ان کو بڑی مقدار میں سونا مل گیا۔ مگر اس اثنا میں اس کے چند ہمراہی بھوک اور تکلیف سے مر گئے۔ اور بڑی مشکل سے اس مقام پر واپس آئے جہاں الانزو کو چھوڑ گئے تھے۔

اس اثنا میں الانزو کو ایک زرخیز ٹکڑا زمین کا مل گیا تھا۔ جسے اس نے ان بیلوں سے جن کو اپنے ساتھ لایا تھا اپنے نوکروں کی مدد سے جتوا ڈالا۔ اور پزارو کے آتے آتے اس نے بہت سا کھانے کا سامان اکٹھا کر لیا۔

الانزو نے اپنے مصیبت زدہ بھائی کی بڑی محبت سے آؤ بھگت کی اور اس کو یہ نصیحت کی: "تم نے میری دانشمندی اور محنت کو حقیر سمجھا تھا۔ اور یہ خیال کیا تھا۔ کہ جو ایک بار دولت کما لیتا ہے۔ اُسے کسی بات کی احتیاج نہیں رہتی۔ مگر تم نے اب سیکھ لیا۔ کہ دور اندیشی اور محنت کے بغیر سارا سونا جو تم

اپنے ساتھ لائے ہو تمہیں مصیبت کی موت سے نہ بچاتا۔

مشق نمبر ۱۰۲

سترھویں صدی میں جب لنڈن میں طاعون کی شدت تھی۔ ڈاکوؤں کے ایک جتھے نے ایک رئیس کے قلعے کو لوٹنے کی سازش کی۔ رئیس کے گھنے والے طاعون کے ڈر سے دیہات کے ایک مکان میں چلے گئے تھے۔ اور قلعے کو ایک نوکر کے سپرد کر گئے تھے۔ بدمعاش صدر دروازہ سے گھس آئے۔ اور اندر کا دروازہ کھٹکھٹانے لگے۔ اور چلا کر نوکر کو پکارنے لگے کہ نیچے اُترا اور کنجیاں حوالے کر۔ نوکر کھڑکی میں سے بولا۔ خدا کے لئے بتاؤ۔ تم کیا چاہتے ہو۔ ہم تمہیں تمہارے کام سے سبکدوش کرنے آئے ہیں۔ لہٰذا تم کنجیاں ہمارے پاس پھینک دو۔ نوکر نے جس کا نام آڈمس (ADOMS) تھا۔ کہا۔ اتنی ہی بات تو ہے۔ تو ذرا ٹھیر جاؤ۔ تم مجھے مردہ پاؤ گے۔ پھر جو تمہارے جی میں آئے وہ کرنا میری لاش اور یہ قلعہ دونوں تمہارے بس میں ہونگے۔ اس قلعے کے اندر طاعون کا دیو رہتا ہے۔ جس نے ہزاروں کی جانیں لیں۔ اور پھر بھی اور بھینٹ مانگتا ہے۔ ان باتوں کو سن کے ڈاکوؤں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ لیکن اُن کے سرغنہ نے اُن کو ہمت دلائی۔ اور کہا۔ کہ یہ من گھڑت ہے محض اسلیئے کہ ہم لوگ لوٹنے سے باز رہیں۔ تھوڑی دیر میں آڈمس نیچے اُترا۔ اور دروازہ کھولا۔ ڈاکوؤں نے دیکھا کہ وہ سفید چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ اور اس کا چہرہ زرد اور مُردے کا سا ہو رہا ہے۔ اور اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ بولا۔ اگر تمہیں میرا اعتبار نہیں ہے۔ تو دروازے میں سے جھانک کر اس ننھی سی لاش کو دیکھو کہ جو سڑنے لگی ہے۔ اسے کھیلتے کھیلتے طاعون نے لے ڈالا تھا۔ یہ آڈمس نے ایک موم کی پتلی کی طرف اشارہ کیا۔ جو کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ اور صحن میں ایک میز پر پڑی ہوئی تھی۔ آڈمس نے کنجیوں کا ایک بڑا بھاری گچھا ان کے سامنے ڈال کے کہا۔ لو یہ کنجیاں ہیں۔ لیکن ڈاکو اپنی قسمت کو کوستے ہوئے سر پہ پاؤں رکھ کے بھاگ گئے۔

مشق نمبر ۱۰۳

ب ۔ میں نے اس کمبخت[۱] شہر کو جب خیر باد کہا۔ تو صرف پانچ روپے میری جیب میں تھے۔ سو میل سے زیادہ سفر کے لئے آدمی اور گھوڑے[۲] کیلئے یہ خرچ قلیل تھا۔ لیکن میں مایوس نہیں ہوا کیونکہ میں جانتا تھا۔ کہ راہ میں دوست ضرور ملیں گے۔ مجھے فوراً اپنے ایک پرانے کالج کے ملاقاتی کی یاد آئی۔ انھوں نے کئی بار مجھ سے اصرار کیا تھا کہ میں کچھ روز ان کے ساتھ رہوں۔ یہ صرف آٹھ میل جانب شمال رہتے تھے۔ ان کے مکان کو جاتے ہوئے مجھے راستے میں ایک روتی ہوئی غریب عورت ملی۔ جس نے مجھ سے کہا۔ کہ قرض ادا نہ کر سکنے[۳] کی وجہ سے میرا شوہر گرفتار کر لیا گیا ہے اور اب ہمارے آٹھ بچے بھوکوں مر جائیں گے۔ چونکہ میں اپنے نیک دوست کے مکان کے نزدیک تھا۔ اور مجھے اس کی مہربانی اور مہمان نوازی پر بھروسہ تھا۔ اس لئے میں نے اپنے آدھے روپے دے دیئے۔ میں جلد ہی اپنے دوست کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ اب ایک بڑا کتا کوٹھی کی حفاظت کر رہا تھا۔ وہ مجھ پر[۴] جھپٹا اور مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا۔ اگر ایک نوکرانی کی مدد نہ ملتی جو مجھے بچانے کو دوڑی اور جسے میں نے اس کے مالک تک اپنے آنے کی خبر پہنچانے کو راضی کر لیا تھا۔

ج ۔ ۱۔ جب روزی کا کوئی سہارا نہ رہا۔ تب جگت رام بمعہ اپنے بیوی بچوں کے در در بھیک مانگنے لگا۔

۲۔ امید کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہو گیا۔

۳۔ وہ غرور کے نشے سے متوالا ہو گیا۔

۴۔ جناب غفلت بھی پرلے درجے کی غفلت ہوئی ہے۔

۵۔ خدا خدا کر کے پہاڑ سی رات کٹی۔

مشق نمبر ۱۰۴

اپنی سالگرہ کے دن رات کے دس بجے بادشاہ نے سر طامس رو (SIR THOMAS ROE) کو جلدی سے بلا بھیجا۔ سر طامس رو سونے کو جا چکا تھا۔ جہانگیر نے سنا تھا۔ کہ وہ اپنے پاس ہمیشہ دو ایک چھوٹی چھوٹی تصویریں رکھتا ہے۔ اس نے انہیں دیکھنا چاہا۔

کہ ہندوستانی مصور اس کی بیگموں کے لئے ان کی نقل کر لیں۔ رو نے جھٹ پٹ کپڑے پہنے اور ان میں سے دو تصاویر لے کر چلا۔ اس نے دیکھا کہ بادشاہ دو زانو ایک چھوٹے تخت پر ہیرے موتی اور لعل سے لدا ہوا بیٹھا ہے۔ اور اس کے سامنے جواہرات سے جڑی ہوئی کوئی پچاس طشتریاں رکھی ہیں۔ اس کے کئی درباری اپنے اچھے سے اچھے کپڑے پہنے حاضر تھے شربت سے بھری ہوئی بڑی بڑی صراحیاں حاضر کی جا رہی تھیں۔ بادشاہ سب سے پینے کے لئے اصرار کر رہا تھا۔ رو نے اپنی دونوں تصویریں دکھلائیں جن میں سے ایک نہایت خوبصورت نوجوان عورت کی معلوم ہوتی تھی۔ بادشاہ اس تصویر پر عاشق ہو گیا اور پوچھا یہ تصویر کس کی ہے؟ رو نے کہا کہ یہ میرے ایک دوست کی تصویر ہے۔ جو کہ اب زندہ نہیں ہے لیکن میں اس تصویر کو اپنی سب چیزوں سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اگر میں دے ڈالوں تو مجھے اس قسم کی دوسری تصویر کبھی نہ مل سکے گی۔ وہ اپنی دوسری چھوٹی تصویر بادشاہ کی خدمت میں حاضر کرنے کے لئے تیار تھا لیکن بادشاہ نے اسی خوبصورت عورت کی تصویر کے لئے اصرار کیا۔ اور کہا۔ کہ میں نے کبھی اتنی خوبصورت تصویر نہیں دیکھی۔ اور رو سے تقاضا کر کے پوچھا۔ کہ بتلائیے۔ کیا اتنی خوبصورت عورت کسی وقت زندہ تھی؟ رو نے یقین دلایا۔ کہ دراصل ہر بات میں اس تصویر سے ملتی ہوئی ایک عورت تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ اس سے کہیں زیادہ خوبصورت تھی۔ پر وہ اب زندہ نہیں ہے۔ بہت کچھ قیل و قال کے بعد یہ قرار پایا کہ بادشاہ اس تصویر کی پانچ نقلیں کروا لے اور اصل رو کو لوٹا دے +

مشق نمبر ۱۰۵

۵۔ اسی طرح سال ڈیڑھ سال امن سے گزری۔ مگر ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ وہ بازار میں جا رہا تھا۔ جو کسی شخص نے آکر پیچھے سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ مڑ کر دیکھا تو وہی اس کا ظالم آقا تھا۔ جس کے ہاں سے یہ بھاگا تھا۔ اس نے فوراً اسے پکڑ لیا اور غل مچانے لگا۔ کہ یہ میرا بھاگا ہوا غلام ہے۔ بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ اور پکڑ کر اسے قاضی کے پاس لے گئے۔ قاضی نے مقدمہ اس شہر کو تبدیل کر دیا جہاں سے غلام بھاگا تھا۔ یہاں آکر شہادتیں گزریں گواہیاں ہوئیں۔ اور آخر کار یہ

نتوے لگا۔ کہ اس کو شیر سے پھڑوا ڈالنا چاہیئے۔ تاکہ آئندہ سب غلاموں کو عبرت ہو۔ اور اپنے آقاؤں کو چھوڑ کر بھاگنے کی جرأت نہ ہو۔ تمام شہر میں ڈھنڈورہ پٹ گیا۔ تیسرے روز ایک غلام کو جو اپنے آقا کے گھر سے بھاگ گیا تھا شیر سے پھڑوایا جائے گا۔ جو شخص دیکھنا چاہے۔ شہر کے باہر دنگل میں حاضر ہو۔

۱۔ مارے گرمی کے سر چکرا رہا ہے۔ اور اوسان خطا ہوئے جاتے ہیں۔

۲۔ اپنی سی سب کہ چکے پر ایک نہ بنی۔

۳۔ سچ ہے بھائی کال کو کون ٹال سکتا ہے۔

۴۔ قسمت کے مارے کو پانی کہاں۔

۵۔ سوئی میں دھاگا ڈالو۔

۶۔ درزی اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔

۷۔ کیوں میاں آم کیسے لگائے ہیں۔

۸۔ منہ پر تھپیڑ لگاؤ۔ کنپٹیوں پر ایک گھونسہ مارو۔ دیکھو تیر کی طرح سیدھا ہوتا ہے کہ نہیں۔

۹۔ وہ کھانا کھایا نہیں جاتا۔

۱۰۔ واہ یار! بارہ برس دلی میں رہے۔ اور بھاڑ جھونکنے کے سوا کچھ نہ سیکھا۔ تمہیں ابھی تک لکھائی باندھنا نہیں آیا۔

مشق نمبر ۱۰۶

اب ملک کے ہر حصہ میں ترقی کی پکار ہے۔ اور ہر طرف جوش کا ایک نیا عالم نظر آتا ہے۔ تاہم اب تک جو کچھ ہوا ہے۔ زیادہ تو زبانی باتیں ہیں۔ جو کچھ کہا جاتا ہے کیا نہیں جاتا۔ جس قدر زبان میں زور ہے ہاتھ میں نہیں ہے۔ عملی زندگی جو ترقی کی روح ہے۔ اس میں صرف اس قدر ہوا ہے۔ کہ چند پرانے تعلیمیافتہ لوگوں پر نیا رنگ چڑھ گیا ہے۔ ان کی تصنیفات اور تالیفات میں یورپ کی جھلک آگئی ہے۔ کچھ لوگ یورپ ہو آئے ہیں۔ اور جو کچھ وہاں دیکھا ہے قلم کے ذریعے سے اس کا نہایت ہلکا سا خاکہ کھینچ کر قوم کو دکھلایا ہے۔ چند نوجوان جنہوں نے یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ اپنی لیاقت۔ محنت اور قابلیت کو

کو سرکاری مُلازمت یا دیگر مُلکی کاموں پر نذر چڑھا رہے ہیں۔

ٹا۔ ۱۔ صبر و ضبط کی بھی اِنتہا ہُوا کرتی ہے۔

۲۔ میرے گھر آکر تجھے کیا رام کی مار پڑی ہے۔

۳۔ دُکاندار نے کوئی موٹی مُرغی سمجھ کر اِس کا استقبال کیا۔

۴۔ بیوقوف دوست سے دانا دُشمن اچھا ہے۔

۵۔ کیوں ٹر ٹر کرتے ہو۔

۶۔ لڑکے نے جی کو مضبوط کر کے صاف کہدیا۔ کہ مجُھ کو پڑھنا منظور نہیں۔

۷۔ بات بات پر لطائف اور پھبتیوں کا مینہ برستا تھا۔

۸۔ آدمی اناج کا کیڑا ہے۔

۹۔ تُو یقین کر کہ مَیں راست گو ہُوں، چُغل خور نہیں۔

۱۰۔ اب تو میرے اوسان خطا ہو گئے اور چھکے چھوٹ گئے۔

مشق نمبر ۱۰۷

ﮐ۔ مگر جب قدرت سے اسباب جنگ[۱] مہیّا ہو جاتے ہیں۔ تو انسانی عقل[۲] اور طاقت سے نہیں رُک سکتے۔ سُنو۔ اگر زمانہ امن کی قدر نہ کرو گے۔ اور اس سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے۔ تو تم کو اپنی عقل پر آٹھ آٹھ آنسو[۳] رونا پڑے گا۔ پھر اس وقت تمہاری طرف کوئی فرد بشر ہمدردی کی نگاہ سے نہ دیکھے گا۔ اور تم بہت جلد غم[۴] و الم کی آگ میں جل کر مر جاؤ گے۔ اور پیچھے بُری نظیر کے[۵] واسطے اپنا نام چھوڑ جاؤ گے اور اگر دُشمن تم سے خواہ[۶] مخواہ چھیڑ خانی کرتا ہے۔ اور وہ تمہارے حقوق کا خیال نہیں کرتا۔ تو تم تسلّی رکھو۔ کہ مغرور ہمیشہ گردن[۷] کے بل گرتا ہے اور کیفر کردار کو پہنچتا ہے۔ رام چندر جی اور راون۔ پانڈو اور کورو اور دارا و سکندر کی لڑائیوں کا ذکر تم نے تواریخ میں پڑھا ہو گا تمہیں چاہیئے کہ تم اِن مضمون کو[۸] اپنے خانگی کاروبار کے متعلق سمجھو۔ نہ کسی سے لڑو نہ جھگڑو۔ نہ مقدمے کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے سرکاری[۹] عدالتوں سے ڈرو۔

ٹا۔ ۱۔ نعروں سے آسمان گونج اُٹھا اور ٹوپیاں اُچھلنے لگیں۔

۲۔ بھائی زمانہ کا رنگ بدلتے دیر نہیں لگتی۔

۳- وہ اندھیرے میں راستہ ٹٹولنے لگا۔
۴- تحقیقات کے دوران میں اس کا بھانڈا پھوٹ گیا۔
۵- اس کے سب خواب کافور ہو گئے۔

مشق نمبر ۱۰۸

ه- اکثر آدمی پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے۔ اور تہ دل سے آرزومند تھے۔ کہ جہاز ڈوبنے سے بچ جائے۔ مگر بعض ذات شریف اس مصیبت کو دیکھ دیکھ کر کھلے جاتے تھے۔ کہ صبح منہ اندھیرے گہرے میں خوب رقمیں چیریں گے۔ یہ بدکردار ناہنجار۔ ناخدا ترس مارے خوشی کے تالیاں بجاتے تھے۔ جامے میں پھولے نہیں سماتے تھے۔ اور باہم خوش خوش یوں گپیں اڑاتے تھے۔

ایک۔ بس اب جہاز کے ڈوبنے میں باقی کیا ہے۔
دوسرا۔ جی پو بارہ ہیں۔
تیسرا۔ تڑکے سے لیس ہو کر دھمکوں گا۔
چوتھا۔ دس برس ہوئے ایک فرانسیسی جہاز اسی مقام پر غرق ہوا تھا۔ کئی سو آدمیوں کی جان گئی۔ مگر یاروں کی خوب ہنڈیا چڑھی۔ ایک صندوق بہتا ہوا ادھر آنکلا۔ اس میں جواہرات تھے۔ ہم تینوں بھائیوں نے کوشش سے نکالا۔ مگر نصف تو چھن گیا۔ نصف ہمارے ہتھے چڑھا۔
پانچواں۔ سارے ہم جانتے ہیں۔ جہاز بچ جائے گا۔ افسوس!
چھٹا۔ کیا مجال۔ کیا طاقت! وہ دیکھو چکر کھایا۔
ساتواں۔ (موچھوں پر تاؤ دے کر) صبح کو قسمت آزمائی ہوگی۔

ط- ۱- اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہوتا ہے۔
۲- اونچی دکان، پھیکا پکوان
۳- بالو لا سبھاؤ۔
۴- کھلے کھلے میدانوں میں پھرو گے تو طبیعت شگفتہ رہے گی۔
۵- اکبر اگرچہ خالص ترک بچہ تھا۔ مگر سب کے ساتھ محبت اور ملنساری کے ڈھنگ ڈالتا تھا۔

مشق نمبر ۱۰۹

ص- تم کو ہمیشہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ گھر کے کاموں میں کون سا کام تمہارے کرنے کا ہے۔ بے شک چھوٹے بہن بھائی اگر روتے اور ضد کرتے ہیں۔ تو تم اُن کو سنبھال سکتے ہو۔ تاکہ ماں باپ کو تکلیف نہ دیں۔ منہ دھلانا۔ اُن کے کھانے اور پانی کی خبر رکھنا۔ کپڑے پہنانا۔ یہ سب کام اگر تم چاہو تو کر سکتے ہو۔ لیکن اگر تم اپنے بہن بھائی سے لڑو اور ضد کرو۔ تو تم خود اپنا وقار کھوتی ہو۔ اور ماں باپ کو تکلیف دیتی ہو۔ وہ گھر کا کام کرے یا تمہارے مقدمے فیصلے کیا کرے۔ گھر میں جو کھانا پکتا ہے اس کو اسی غرض سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ کب کھانا تیار ہو گا اور کب ملے گا۔ گھر میں جو کُتا بلی اور دوسرے جانور پلے ہیں۔ وہ اگر پیٹ بھرنے کی اُمید سے کھانے کے منتظر رہیں تو مضائقہ نہیں۔ لیکن تم کو ہر بات میں غور کرنا چاہیئے۔ کہ سالن کس طرح بھنا جاتا ہے۔ نمک کس انداز سے ڈالتے ہیں؟ اگر ہر ایک کھانے کو غور سے دیکھا کرو تو یقین ہے کہ چند روز میں تم پکانا سیکھ جاؤ گی۔ اور تم کو وہ ہنر آ جائے گا۔ جو دُنیا کے تمام ہنروں میں سب سے زیادہ ضرورت کی چیز ہے۔

ت- ۱- ناک رگڑنے اور منت سماجت سے کیا فائدہ جب لیاقت اور قابلیت ہی نہیں۔

۲- آج کل موسم بڑا خوشگوار ہے۔ مگر ہمارے مُلک کی آب و ہوا ایسی عجیب ہے کہ موسم برسات میں تو ابھی ہوا چل رہی ہے۔ اور ابھی کڑاکے کی دھوپ لگ رہی ہے۔

۳- روپیہ لہو پسینہ ایک کر کے ملتا ہے۔

۴- آج کل کے بابوؤں کو دیکھا ہے کیا لٹک لٹک کر چلتے ہیں۔

۵- آج ہوا بند ہے۔

۶- موہن لال گاڑی کے نیچے آ گیا۔

مشق نمبر ۱۱۰

۱- تم تو بڑے ہی فضول خرچ ہو۔ سمجھتے ہی نہیں۔ کہ روپیہ لہو پسینہ ایک

کر کے ملتا ہے۔

۲۔ اس طرح دھن کا اُڑانا امیر لوگوں کو شوبھا دیتا ہے۔ اس سے ان کی عزت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ لیکن غریبوں کے لئے اس طرح فضول خرچ کرنا زہر ہلاہل کے برابر ہے۔ ان کی بھلائی اسی میں ہے۔ کہ پھونک پھونک کر پاؤں رکھیں۔

۳۔ اُن کی بات چیت مجھے زہر کے بجھے ہوئے تیروں کی طرح چبھتی تھی۔ مجھے اُن کی آنکھیں دیکھ کر بخار چڑھ جاتا تھا۔ جیسے مجھے کھا ہی جائیں گے۔ چڑیا بازوں میں پھنسی ہوئی تھی۔

۴۔ جو شخص اپنا منہ سوچ سمجھ کر نہیں کھولتا۔ اور اپنی زبان کو اپنے اختیار میں نہیں رکھتا۔ اور حد سے بڑھ کر خرافات باتوں کو پھیلاتا ہے۔ اس کو اپنے الفاظ پر اکثر افسوس کرنا پڑتا ہے۔

۵۔ میں بدنصیب ایک تو بڑے کی بیٹھنے والی۔ دوسرے کوئی ایسا ہنر نہیں آتا کہ چار پیسہ کا سہارا ہو۔ اس روز نابہ کی کیا خبر تھی۔ ورنہ آنکھوں دیکھتے دیکھتے ساتھ والی کیسے کیسے کام سیکھ گئیں۔ کہ ہنر کی بدولت گھر بیٹھے بادشاہت کر رہی ہیں۔ مجھ کو اپنا ٹھکانا نظر نہیں آتا۔ ماں باپ کے گھر ایسی پڑی ہوں جیسے کیچڑ میں کُتا۔

مشق نمبر ۱۱۱

۸۔ سویرے سویرے آکر لالہ جی نے دُکان کھولی تھی۔ کہ ایک سفید پوش۔ کوٹ پتلون ڈانٹے، کالر ٹائی لگائے آن پہنچے۔ کئی تھان سوتی، ریشمی نکلوا کر کوئی ساٹھ روپیہ کا کپڑا خرید کر ایک گٹھڑی میں بندھوایا۔ اور لالہ جی سے سو روپے کے نوٹ کی باقی نکالنے کے لئے کہا۔ بدقسمتی سے لالہ جی کی چابی گھر ہی بھول آئے تھے۔ بابو صاحب سے کہا کہ آپ بیٹھیں۔ میں لپک کر مکان سے چابی لے آؤں۔ لالہ کو جانے اور آنے میں کوئی پانچ ہی منٹ تو لگے ہونگے لوٹ کر دیکھتے ہیں تو نہ گٹھڑی اور نہ بابو صاحب۔ ہمارے شبیر نے جو سنہری موقعہ دیکھا تو گٹھڑی بغل میں دبائی اور چل نکلا۔ کس کا مال اور کیسے دام۔ یہ جا

وہ جا۔ دو منٹوں میں نظروں سے گم۔ اب لالہ ذو ہتھڑ پیٹتے ہیں۔ اچھی "ہوئی سویرے ہی ساٹھ روپے کی رقم پر پانی پھر گیا۔ آنکھ چوکی اور یہ حال گم والی بات ہوئی۔ نا معلوم اُٹھتے وقت کس منحوس کا مُنہ دیکھا تھا۔ اِس سے پوچھ اُس سے پوچھ پتہ ہی نہیں۔ کمبخت گٹھڑی سمیت کدھر نکل گیا۔ بہتیری دوڑ دھوپ کی آدمی دوڑایا۔ پولیس میں رپٹ دی۔ اور چور کا پتہ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ ناچار سر پیٹ کر بیٹھ گئے۔

۱۱۱۔ ۱۔ آپ تو ابن الوقت ہیں۔ جو بھی راجہ ہو۔ اُسی کے آگے سر جُھکاتے ہیں۔

۲۔ وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے۔

۳۔ پیرس کا خوبصورت شہر جرمن کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بال بال بچ گیا۔

۴۔ مِلٹن نے اپنی زندگی کے آخری دِن مصیبت میں کاٹے۔

۵۔ مَیں نے پہلے تو احمد کو خوب آڑے ہاتھوں لیا۔

مشق نمبر ۱۱۲

۔ بہار کی رُت گئی۔ گرمی دِن بدن بڑھنے لگی۔ اے لو۔ اب جون کا مہینہ آ گیا ہے۔ ہائے کیا گرمی پڑتی ہے۔ کیا دوزخ کا نمونہ ہے۔ نہ رات کو آرام ہے نہ دِن کو چین۔ رات کو مارے گرمی کے کروٹ پر کروٹ بدلتے ہیں۔ اور نیند نہیں آتی پنکھا ہاتھ میں ہے۔ بہتیری کوشش کر رہے ہیں۔ مگر تلبکے آئے کچھ پیش نہیں جاتی۔ صبح نمودار ہوئی۔ جُوں جُوں دھوپ تیز ہوئی۔ منہ اُترنے لگے۔ ہائے ہائے! سُورج نکلتے ہی کیسی ہوا گرم ہو گئی۔ دھوپ کی چمک آنکھوں سے دیکھی نہیں جاتی۔ کوئی کیا لکھے کیا پڑھے۔ کیا کام کرے ہوش ٹھکانے نہیں۔ پسینے بہتے ہیں۔ مکھیاں ستاتی ہیں۔ زمین آسمان تپ رہے ہیں۔ دم گھٹا جاتا ہے۔ جن لوگوں کا گرم مزاج ہوتا ہے۔ ان کا عجیب حال ہے۔ پھول سے چہرے کمُلا گئے۔ ابھی کٹوری منہ سے چھُٹی ہیں۔ ابھی پھر پانی۔ پیاس بُجھنے پر ہی نہیں آتی۔

ط - ۱- دوست آج تو بہت بُری ہوئی - بازار سودا خرید نے گیا تھا۔ کسی نے جیب کترلی۔ اور دس روپیہ کا ٹھوک لگایا

۲- آج تو کھانے کا مزہ نہیں آیا۔ بھوک بھی بہت زور کی لگی تھی۔ بھوک میں تو کواڑ پاپڑ ہوتے ہیں۔ لیکن مجھے تو آج کھانا مشکل ہوگیا۔

۳- اُس نے میرے اس زور سے مُکّا مارا کہ میری جان ہی نکل گئی۔

۴- ہماری تمہاری دوستی ہی کیا ہوئی۔ اگر یہ بات چھپا کر نہ رکھی۔

۵- کیا اس تعلیم کا فائدہ گریجویٹ کو دو پیسے بھی نہیں۔ تہذیب یہ نہیں سکھاتی۔ کورے کے کورے ہی رہتے ہیں۔

۶- یہ بات سُن کر اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

۷- واہ رے شراب! تُو نے کیا کھیل دِکھائے۔ عزّت خاک میں مِلائی۔ دولت ہوا کی طرح اُڑائی۔ اور تہذیب نیست و نابود کی۔

مشق نمبر ۱۱۳

ه - ٹوڈر مل کی بیوہ ماں نے اپنے ہونہار لڑکے کو بڑی تنگدستی اور افلاس کی حالت میں پالا تھا۔ اس کے سچے دِل کی دُعائیں جو ٹھنڈے سانس کے ساتھ رات کو درگاہِ الٰہی میں پہنچتی تھیں۔ ایسا کام کر گئیں۔ کہ بادشاہ ہندوستان کے دربار میں بائیس صوبے کا دیوان کل اور وزیر با تدبیر ہوگیا۔ اوّل عام منشیوں کی طرح کم علم نوکری پیشہ آدمی تھا۔ اور مظفر خاں کے ساتھ کام کرتا تھا۔ پھر بادشاہی متصدیوں میں داخل ہوگیا۔ اس کی طبیعت میں غور۔ قواعد کی پابندی اور کام کی صفائی بہت تھی۔ اور ابتدا سے تھی۔ مطالعہ کتب اور ہر بات کے حاصل کرنے کا شوق تھا۔ چنانچہ علم و لیاقت اور ساکھ اس کے رجوع کاروبار میں بھی ترقی کرنے لگا۔ کام کا قاعدہ ہے۔ کہ جو اسے سنبھالتا ہے۔ چاروں طرف سے سمٹتا ہے۔ اُسی کی طرف ڈھلکتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر ایک کام کو سلیقہ اور شوق سے سرانجام دیتا تھا۔ اس لئے بہت سی خدمتیں اور اکثر کارخانے اس کے قلم سے وابستہ ہوگئے

ط - ۱- خدا جانے کہ کیا گناہ کیا تھا۔ کہ یہ مصیبت سہی۔ اب کان پکڑے توبہ کی۔

۲- ستیاناس اس روپیہ کا جس نے تمہارا سر پھرا دیا ہے۔
۳- اگر تمہارے مزاج کی ترقی کی رفتار یہی رہی تو مجھے یقین ہے۔ کہ بہت جلد ہم میں جوتی چل جائے گی۔
۴- تم نے تو یونہی بکواس لگا رکھی ہے۔
۵- یہ گھوڑے تو جالی خربوزے ہی نکلے۔ نام بڑے درشن چھوٹے۔

مشق نمبر ۱۱۴

a- جب اپنے ملک میں پہنچ کر برف و باراں کی سردی اور تلوار کی آنچ سے خاطر جمع ہوئی تو راجہ نے دربار عام کیا۔ اور اس زمانے میں دستور تھا۔ کہ داہنے ہاتھ پر دھرم کے مالک برہمن اور بائیں طرف صاحب شمشیر چھتریوں کے بڑے بڑے سردار کھڑے رہتے تھے۔ ان کی صلاح کے بموجب سلطنت کے کام طے ہوتے تھے۔ برہمنوں نے کہا۔ مہاراج اس طرح مسلمانوں کو خراج دینے میں حضور کی بدنامی اور بے عزتی ہے۔ آپ بادشاہ کے آدمیوں کو روک دیجئے۔ کہ جب تک ہمارا آدمی وہاں سے نہ آئے گا۔ ہم ان آدمیوں کو نہ جانے دیں گے۔ مگر چھتریوں نے کہا۔ کہ مرد کو بات کا پاس ضرور ہے۔ دوست سے یا دشمن سے۔ دوسرے ترکوں کی فوج جس کے سامنے ایک دفعہ فوج ہماری ہٹ آئی ہے۔ اب اس کے مقابلہ پر جمنا بہت مشکل ہوگا۔ اگر وہ لوگ ادھر چڑھ آئے تو تمام ہندوستان کو تہ و بالا کر دیں گے۔ پھر اس خلق خدا کا خون اور ننگ و ناموس کا گناہ کس پر ہوگا۔ غرض چھتریوں نے ہزار جتن سے جتایا۔ برہمنوں کے بچن کے آگے ان کی تلوار کاٹ نہ کرسکی۔ آخر وہی ہوا کہ بادشاہی آدمی روک لئے گئے۔

b- ۱- میری اور اس کی مٹھ بھیڑ ہو جائے تو پھر میں دیکھوں۔
۲- دیکھو آخر مرنا اول مرنا۔ پھر مرنے سے کیا ڈرنا۔
۳- بوڑھی ماتا بار بار میری بلائیں لیتی تھی۔ میرے ہاتھوں کو چومتی تھی۔ اور آنکھوں سے لگاتی تھی۔
۴- جب تک چاند ستارے لوگوں کو دکھائی دیتے رہیں گے۔ گلیلیو کا نام

زندہ رہے گا۔
۵۔ بہت رویا اور سر پٹکا لیکن قسمت کے آگے کسی کا کیا چارہ ہے۔

مشق نمبر ۱۱۵

ے۔ یدھشٹر کے چاروں بھائی مسلح ہو کر رتھوں میں سوار ہو گئے۔ اور جاتے ہی ایسے زور کا حملہ کیا۔ کہ راجہ چترسین دنگ رہ گیا۔ یدھشٹر کا چھوٹا بھائی ارجن جو فن سپہ گری میں یکتائے روزگار تھا۔ لڑتا بھڑتا آخر راجہ چترسین کے پاس پہنچ گیا۔ اور راجہ دیکھتے ہی بولا۔ دوست ارجن! افسوس کہ بغیر دیکھے بھالے ہم تم ناحق لڑ پڑے۔ مجھے معلوم نہ تھا۔ کہ میرا دوست بذاتِ خاص میدان میں لڑ رہا ہے۔ ارجن نے کمان ہاتھ سے رکھ دی۔ اور کہا۔ معاف فرمایئے۔ میں بھی لاعلمی کے باعث آپ کے مقابل ہو گیا۔

یعنی یقین کر کے دونوں دوست رتھوں سے اُتر کر بغلگیر ہوئے۔ اور بڑے تپاک سے ملاقات کی۔ ارجن کی سفارش سے راجہ چترسین نے دریودھن اور اس کے رفیقوں کو قید سے رہا کر دیا۔ دریودھن اپنے دل میں نہایت شرمندہ ہوا۔ کہ میں نے یدھشٹر اور اس کے بھائیوں سے کیا سلوک کیا۔ اور یہ اپنے حسن اخلاق اور مروت سے میرے ساتھ کیونکر پیش آئے۔ آخر بڑا کھسیانا ہو کر اپنی راجدھانی کو واپس چلا آیا۔

ط۔ ۱۔ مجھے تو تم پر بالکل اعتبار نہیں۔ تم تو باتونی ہو۔ جو مُنہ میں آیا سو بک دیا۔

۲۔ انسان کا فرض کوشش کرنا ہے۔ کامیابی یا ناکامیابی یہ خدا کے ہاتھ ہے۔

۳۔ یہ بات سنتے ہی اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس نے گھڑی بغل میں دبائی اور اپنے گھر کا راستہ لیا۔

۴۔ باپ۔ یہ لو کل روپیہ۔ یہ تمہارے سب خرچوں کے لئے کافی ہے۔
بیٹا۔ میرے ایک دوست کی شادی ہونے والی ہے مجھے اُسکی شادی پر ایک تحفہ دینا ہے۔ میرے پاس تو پیسہ بھی نہیں۔

باپ۔ تم جانو تمہارے تحفے جانیں۔ مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔
تم کیا کرتے اگر تم کلرک ہوتے۔

۵۔ بہت نازک زمانہ آگیا ہے۔ سب ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں روپے کے چار آنے بھی نہیں ملتے

مشق نمبر ۱۱۶

a۔ انگریز ایسے قوانین کی بنا پر حکومت کرتے ہیں۔ جن سے نہ تو ہندوؤں کے مذہبی جذبات کا خون ہو۔ نہ مسلمانوں یا کسی اور مذہب کے لوگوں کی دل آزاری ہو ہندوؤں کے آپس میں جھگڑے کم و بیش منو دھرم شاستر کی رو سے اور مسلمانوں کے فساد اور تفرقے شرع کے احکام کے مطابق فیصلہ پاتے ہیں۔ ہاں کہیں کہیں عام رواج کو بھی مدنظر رکھا نہیں جاتا۔ امیر سے امیر آدمی بھی کسی بیکس کو ناحق اذیت نہیں پہنچا سکتا۔ امیر و فقیر بلحاظ رعایا ہونے کے سرکار کی نظروں میں ایک رتبہ رکھتے ہیں۔ بڑے سے بڑا حاکم بھی قانون کی حدود سے باہر نہیں جا سکتا۔ وہ زمانہ عنقا ہو گئے۔ کہ بادشاہ کی تیوری پر ذرا بل آجائے اور کئی بے گناہ ہاتھیوں کے پاؤں تلے روندے گئے۔ ان کی انتڑیاں تیز نشتر سے قطع کر دی گئیں۔ اب ادنے سے ادنے انفلی کے حق میں نہایت سنجیدگی سے فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور اس بات کی پوری پوری احتیاط کی جاتی ہے۔ کہ کسی پر بے جا ظلم نہ ہونے پائے۔

b۔ ۱۔ بھائی خالی کیوں پھرتے ہو کچھ کام ہی کرو۔ اور کچھ نہیں تو مٹھائی کا خوانچہ لگالو۔ تم میں تو بابو بننے کی پھونک بھری ہوئی ہے۔

۲۔ بہادر راجپوتوں نے جنگ میں بڑے ہاتھ دکھائے۔ اور جہاں ان کے راجہ کا پسینہ گرتا تھا وہاں خون بہانے کو تیار تھے۔

۳۔ میں تو پڑھائی سے تنگ آگیا ہوں۔ دل میں آتا ہے۔ گھر سے باہر نکل جاؤں۔ اور دنیا کی سیر کروں۔ کیا رکھا ہے اس پڑھائی میں۔

۴۔ اس جگہ پر موٹر کار اور گاڑیاں کھڑا کرنا منع ہے۔

مشق نمبر ۱۱۷

ء - شملے کا مقام ہے - اور ہم ایک دلفریب گھاٹی میں کھڑے سیر دیکھ رہے ہیں - چاروں طرف بلند پہاڑوں کی چوٹیاں سر اُٹھائے آسمان کو جاتی ہیں - اور جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے - ایک دوسرے کے بعد بلند ہوتی چلی جاتی ہیں - ان میں سے بعض پر درختوں کے بن کے بن چھائے ہوئے ہیں - اور سبزہ کھڑا لہلہا رہا ہے - اور بعض ننگی سُرخ یا سیاہ دُور سے دکھائی دیتی ہیں - بلند چوٹیوں کے بیچ میں ایک گھاٹی ہے - اس میں زور سے ایک پہاڑی نالا بہتا ہے - کناروں پر سفید سفید گول گول پتھر پڑے ہوئے ہیں - پانی کو دیکھو تو کیسا صاف اور سُتھرا ہے - کہ موتی کی آب کو شرماتا ہے - اور پیو تو ایسا ٹھنڈا اور میٹھا ہے کہ کچھ تعریف نہیں ہو سکتی - (پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱۱ء)

ب - ہمارے دیسی بھائیوں نے حرفت اور دستکاری میں کوئی نمایاں ترقی نہیں کی - بزرگوں کی تقلید پر مرے جاتے ہیں - اور لکیر کے فقیر ہو رہے ہیں - گویا سمجھے ہوئے ہیں - جہاں تک کہ ہماری معلومات ہیں - وہی اس کام کی آخری حد ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے - کیونکہ جو کام انسانی طاقت سے بنتا ہے - وہ کبھی نقص سے پاک نہیں ہوتا - بلکہ جو چیزیں اب سے چند سال پہلے ہمارے نہایت دلپسند تھیں - ان میں سے بہتیری چیزیں ایسی ہیں - جن کے دیکھنے کو بھی اب جی نہیں چاہتا - خاص کر جب ہم دیکھتے ہیں - کہ ولایت کی بنی ہوئی چیزیں ہماری ساختہ اشیاء سے صفائی، پختگی اور رنگی میں بدرجہا بہتر ہیں -

مشق نمبر ۱۱۸

ء - ابتدا میں ہندوستان کی نسبت اہل فرنگ کے عجیب و غریب خیالات تھے - وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہاں کی زمین سونا، چاندی اور جواہرات اُگلتی ہے - باغوں میں خوشبودار مصالحوں اور خوش ذائقہ پھلوں کے درخت لدے کھڑے ہیں - اور شہر قصبوں میں مال و دولت کا کچھ ٹھکانا نہیں - چنانچہ بہت سی فرنگستانی قومیں اس بات کی کوشش کرتی رہتی تھیں کہ کسی طرح ہندوستان پہنچ جائیں -

مگر اس زمانے میں فنِ جہاز رانی کو ایسی ترقی نہ تھی جیسی آجکل ہے۔ اس لئے ہندوستان کا راستہ کسی کو نہ ملتا تھا۔ ہاں یہاں کا تجارتی مال فارس اور بحیرۂ قُلزم کی راہ سے مصر و شام کی بندرگاہوں میں پہنچتا تھا۔ اور وہاں سے یورپ کے مُلکوں میں جاتا تھا۔ (پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱۲ء)

۱۸- اے خوبصورت پرندو! تُم نہ ہوتے تو ہوا کیسی سُنسان ہوتی جنگل کیسے بے رونق ہوتے۔ درخت کیسے سُونے معلوم ہوتے۔ تمہاری دلکش آوازیں کون سُنتا۔ تمہاری میٹھی میٹھی راگنیاں کس کے کان میں پہنچتیں۔ تُم نہ ہوتے تو تمہاری پیاری پیاری صورتیں کس کی نظر سے گزرتیں۔ تمہارے رنگیلے خوشنما پروں کو کون دیکھتا۔ تُم ہوا کے بادشاہ ہو۔ جہاں انسان اور کسی جانور کا گزر نہیں۔ وہاں تُم اس طرح پر مارتے پھرتے ہو۔ گویا سارا میدانِ کائنات تمہارے اختیار میں ہے۔ تُم عالمِ نباتات کے حاکم ہو۔ جس درخت پر چاہتے ہو۔ اُس پر مزے سے جا بیٹھتے ہو۔ گویا تمہاری ہی ملکیت ہے۔ تمہارے چہچہانے اور تمہارے بیفکرہ اُڑنے پھرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دُنیا اور اس کے فکر و افکار کی تمہیں ہوا بھی نہیں لگی۔ اچھا اے پردار دوستو! خوب چین کرو اور مزے سے زندگی کے دن گزارو۔

مشق نمبر ۱۱۹

اکثر حکام کا اور نیز بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ لوگ صرف سرکاری نوکریاں حاصل کرنے کو انگریزی پڑھتے ہیں۔ مگر غور کرنے کی بات ہے۔ کہ ہر سال ہندوستان کی یونیورسٹیوں سے سینکڑوں بی۔اے۔ اور ایم۔اے کی ڈگریاں پاتے ہیں۔ اور اُن کو یقین کامل ہوتا ہے۔ کہ گورنمنٹ کے پاس اس قدر نوکریاں نہیں ہیں۔ کہ وہ اس جمِ غفیر بی۔اے اور ایم۔اے ڈگری یافتوں کو دے سکے پس یقینی ڈگری یافتہ طالب علموں کو اس کا یقین ہے۔ کہ سب کو سرکاری نوکری نہیں مل سکتی۔ باوصف اس یقین کے جو وہ انگریزی پڑھنے میں مشغول ہیں۔ تو ضرور ہے کہ سوائے ملازمت سرکاری کے اور کسی ذریعے سے بھی ملازمت حاصل کرنے کا خیال ہے۔ یا اس بات کا خیال ہے۔ کہ انگریزی پڑھا ہوا

بن انگریزی پڑھے ہونے سے دنیوی کاروبار کے لئے زیادہ مفید اور کارآمد ہے۔ بہر حال یہ بات غلط ہے۔ کہ ہر ایک بی۔ اے اور ایم۔ اے سرکاری ملازمت حاصل کرنے کے لئے پڑھتا ہے۔ اور نہ ملنے کے سبب سے سرکار سے ناراض ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کو پہلے سے یقین ہے۔ کہ سرکار سب کو نوکری نہیں دے سکتی ہاں جب موقعہ ہاتھ آتا ہے۔ تو ہر ایک سرکاری ملازمت ملنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو اس کو ضروری کرنی چاہیئے۔

(پنجاب یونیورسٹی ۱۹۲۳ء)

مشق نمبر ۱۲۰

۱ - پہلے زمانہ میں ایک بڑی بے رحمی کا رواج جاری تھا۔ یعنی مرد عورتیں بچے بھی بھیڑ بکریوں کی طرح بکا کرتے تھے۔ اور جو انہیں خرید لیتا تھا۔ اس کے وہ غلام کہلاتے تھے۔ غلام بیچارے اپنے آقا کی خدمت گزاری کیا کرتے تھے جس کام میں وہ انہیں لگا دیتا تھا وہی انہیں کرنا پڑتا تھا۔ چاہے کرنے کو دل کرے یا نہ کرے۔ نہ انہیں تنخواہ ملتی تھی نہ محنت نہ مزدوری۔ دن بھر کی محنت کے بعد جیسا برا بھلا کھانا چاہتے انہیں دے دیا جاتا تھا۔ وہی انہیں کھانا پڑتا تھا شکر ہے۔ کہ اب یہ بیرحمی کا رواج دنیا کے تقریباً ہر ایک ملک سے اٹھ گیا ہے۔ مگر پہلے زمانہ میں غلاموں کو بڑی مصیبت تھی۔ بعض لوگ کمبخت ان کو اپنی ملکیت سمجھ کر ان کو بہت ہی بری طرح رکھا کرتے تھے۔ کام میں بہت تشدد کیا کرتے تھے۔ اور کھانے پینے کے وقت تنگی۔ غلام بیچارے بھاگ بھی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ پھر پکڑے جاتے تھے۔ تو انہیں سخت سزائیں ملتی تھیں۔ چینے شیر کے سامنے ڈلوا دیتے تھے۔ ہاتھی کے پاؤں سے روندوا دیتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ ٭ (پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱۳ء)

۱۱ - سولھویں صدی کے آخیر میں ہالینڈ کے بہادر اور جہازران کو بھی یہ امنگ ہوئی کہ ایک عرصے سے پرتگیز ہند کی تجارت سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ آؤ ہم بھی وہاں چلیں۔ اور اس ملک کی تجارت سے ہاتھ رنگیں۔ یہ دھن باندھ کر وہ ہند کی طرف آئے۔ اور پچاس برس کے عرصہ میں انہوں نے پرتگیزوں

سے کئی بستیاں۳ چھین لیں۔ اور یا تو پرتگیز ہند کے ساحلِ بحر پر حکمران تھے یا اب اہلِ ہالینڈ کا بحری اقتدار سب پر غالب ہوگیا۔ بنگالے میں جو چنسرا نام ایک مقام ہے۔ وہ اِن لوگوں کا صدر تھا۔ مگر ان کی حکومت کو بہت عرصہ نہیں گزرا تھا۔ کہ ان کو ایک ایسی ہمسر قوم۵ سے مقابلہ آپڑا جو اہلِ پرتگال سے کہیں زیادہ زبردست تھی۔ یعنی اب ان کی اہلِ انگلستان سے مٹھ بھیڑ ہوئی کیونکہ کچھ عرصے سے انگریز بھی ہند میں اپنے قدم جمانے لگے تھے۔

(پنجاب یونیورسٹی ۱۹۱۴ء)

مشق نمبر ۱۲۱

۵۔ ایک بھیڑیئے اور لومڑی میں بڑا گہرا یارانہ تھا۔ لومڑی بھیڑیئے کو آدمیوں کی کہانیاں سُنایا کرتی۔ اور کہتی بھیا! آدمی بُری چیز ہوتا ہے خُدا دشمنوں کا بھی آدمی سے پالا نہ ڈلوائے۔ بھیڑیئے کا بھی کسی آدمی سے مقابلہ نہ ہوا تھا۔ ہنس کر کہا۔ تم عورتوں کو بھلا کیا معلوم کہ دشمنوں سے کس طرح مقابلہ کرتے ہیں۔ جو کہیں میرا اور کسی آدمی کا آمنا سامنا ہو جائے۔ تو میاں جی کو چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔ لومڑی بولی۔ پھر دُور کیوں جاؤ۔ کل ہی سہی صبح سویرے میرے پاس آنا۔ تو مَیں تمہیں کوئی آدمی دِکھا دوں گی۔ اس سے سمجھو تو جانوں۔ بھیڑیئے نے منظور کر لیا۔ اور دونوں اِس فیصلے کے بعد اپنے اپنے گھر چل دیئے۔ اگلے دِن مُنہ اندھیرے ہی بھیڑیئے صاحب بھی لومڑی کے جا دھمکے۔ اور بولے۔ "لو اب چلو" لومڑی آنکھیں مَلتی ہوئی اُٹھی۔ اور دو ایک جمائیاں لیں۔ اور ایک آدھ رات کو بچی ہوئی ہڈی کا ناشتہ کر چلنے کے لئے تیار ہو گئی۔ لومڑی بھیڑیئے کو لئے اس راستے پر چل دی۔ جدھر سے گاؤں کے لوگ آیا جایا کرتے تھے۔ اور سڑک کے کنارے بیٹھ کر بولی۔ لو اب ذرا دم لے لو۔ ابھی پل بھر میں تم کو کوئی آدمی دِکھائے دیتی ہوں۔ انہیں بیٹھے ذرا دیر ہوئی تھی۔ کہ اِتنے میں ایک بڈھا کسان دِکھائی دیا۔ بے چارے کی کمر دوہری ہڈیوں کا ڈھانچہ کھانستا ہوا کھیتوں کو جا رہا تھا بھیڑیئے نے جو دیکھا تو ہنس کر بولے "کیوں بہن اِس کمانچ کو آدمی کہتی تھیں"

یہ بڈھا کسی زمانے میں آدمی ہوتا تھا۔ مگر اب نہیں رہا۔ تم ذرا دیر ٹھیر جاؤ ابھی کوئی آدمی آیا چاہتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک لڑکا دِکھائی دیا۔ بغل میں کتابیں مارے بھاگم بھاگ مدرسے جا رہا تھا۔ بھیڑیئے نے لڑکے کو دیکھ کر کہا "کیوں بہن اِسی مَنِّی مُرغے کو آدمی کہتی ہو۔ کہو تو دو ہاتھ دِکھا دوں۔" لومڑی بولی "بھیا! تم گھبرائے جاتے ہو۔ یہ تو بچہ ہے۔ میں ابھی تمہارا کسی آدمی سے سامنا کرائے دیتی ہوں۔"

۔ ۱۔ ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا۔

۲۔ ایران کا بچہ بچہ اس کی شجاعت کا لوہا مان گیا۔

۳۔ گھر میں نہیں دانے۔ بُڑھیا چلی بھُنانے۔

۴۔ مومن جہاں بات کا سچا تھا وہاں کانوں کا اور پیٹ کا ہلکا بھی تھا۔

مشق نمبر ۱۲۲

۔ یہاں بادشاہ خوش بیٹھا تھا۔ کہ یکایک[۱] غُل اُٹھا۔ کسی نے کہا کہ چنگیزی[۲] مُغل آ گئے۔ کسی نے کہا۔ ڈاکہ۔ اِتنے میں خبر پہنچی کہ کل جو رانی[۳] کے آنے کی ہوائی اُڑی تھی۔ وہ فقط بہانہ تھا مطلب راجہ کا لے جانا تھا۔ کئی سو راجپوت آئے اور سپاہیانہ[۴] پیچ کھیل کر اپنے[۵] راجہ کو نکال لے گئے۔ یہ سُنتے ہی بادشاہ کے ہوش اُڑ گئے۔ حکم دیا کہ پیرہ[۶] لگاؤ۔ اُڑ کر جاؤ۔ اور جس طرح سے ہو اُسے پکڑ لاؤ۔ غول کے غول سواروں کے گئے۔ کئی جگہ تلوار[۷] بھی چلی۔ مگر راجہ[۸] لڑتا بھڑتا پہاڑوں میں گھُس کر اپنے ٹھکانے جا ہی پہنچا۔ کوئی دِن وہاں بیٹھک ہاتھ پاؤں سنبھالے۔ چند روز کے بعد پھر گھر یاد آیا۔ پرچے پیغام[۹] دوڑنے شروع کئے باپ دادا کی رعیت کو پھیر لینا کتنی بڑی بات تھی۔ آیا اور مُلک پر قابض ہو گیا یہاں پر بادشاہ کے دِل کو قرار کہاں تھا۔ ایک تو آیا ہوا مُلک واپس گیا۔ دوسرے راجہ ڈنکے کی چوٹ قلعے سے نکل گیا۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ پدمنی کی لگن لگی ہوئی تھی۔ غرض پھر فوج لیکر آ پہنچا۔ اور جاتے ہی چاروں طرف سے شہر کو گھیر لیا۔ راجہ نے بھی باہر[۱۱] نکل کر خوب مقابلے کئے۔ جانبازوں نے مُلک[۱۳] کے نام پر جانیں قربان کیں۔ مگر کہاں تمام ہندوستان کا تاجدار

کہاں! چتوڑ کا باجگذار۔ جوان جوان بیٹے آنکھوں کے سامنے مارے گئے۔ بڑے بڑے سردار کٹ گئے۔ جب سب طرف سے آس ٹوٹ گئی۔ تو ایک بیٹا باقی تھا۔ اُسے بُلا کر کہا۔ اے فرزند! جو کچھ ہم پر یہاں گزرے گی آثار اس کے نمودار ہیں۔ اب بہتر یہی ہے۔ کہ تم یہاں سے کسی طرف کو نکل جاؤ۔ کہ نسل تو قائم رہے۔ بعد اس کے پدمنی کو سامنے بُلایا۔ اور دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ ہر چند کہ وہ عورت تھی۔ مگر بڑی رمز شناس تھی۔ اُس نے اُسی وقت صندل کی لکڑیاں منگوا کر سات چتائیں چنوائیں

سوال ۱۔ طرفین کے بہادر مردانگی کی داد دینے لگے۔

۲۔ گھر میں نہیں کتھہ پان کھاؤں البتہ۔

۳۔ مُلک کو بے مرے مارے دُشمن کے حوالے کرنا مردانگی کا مُنہ کالا کرنا ہے۔

۴۔ ورزش سَو دوا کی ایک دوا ہے۔ اور پھر نہ ہلدی لگے نہ پھٹکڑی۔

مشق نمبر ۱۲۳

بات معمولی تھی لیکن میرے دِل میں شوق پیدا ہو گیا۔ مَیں نے خوانچہ کا کام چھوڑ دیا۔ اور اُن کے ساتھ مِل کر بیوپار کرنے لگا۔ ہم ایک جگہ سے سستا مال خریدتے تھے۔ دوسری جگہ مہنگے داموں بیچ دیتے تھے۔ چند ہی ماہ میں روپیہ کنکروں کی مانند آنے لگا معلوم نہیں۔ قسمت کی خوبی تھی یا ہماری عقل کا کرشمہ مٹی کو ہاتھ لگاتے تھے تو وہ بھی سونا ہو جاتی تھی۔ بیوپار میں نفع بھی ہوتا تھا نقصان بھی۔ مگر پرماتما جسے دینے پر آتا ہے۔ اُسے نقصان نہیں ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے۔ پرماتما ان دِنوں ہمیں دینے پر تُلا ہؤا تھا۔ ہمیں کسی سودے میں نقصان نہ ہوتا تھا۔ اِس طرح تین سال گزر گئے۔ اس وقت ہمارے پاس رقم کافی تھی۔ ہم نے معمولی سودے کرنا ترک کر دیا۔ اور لکڑی کا کام کرنے لگے۔ اِس کام کو آہستہ آہستہ ایسا فروغ حاصل ہؤا۔ کہ ہم کو اس پر خود حیرت ہوتی تھی۔ روپیہ پانی کی مانند آنے لگا۔ دس سال کے بعد حساب کیا۔ تو ہمارے پاس دو لاکھ سے زائد جمع تھا۔ اب ہمارے دِلوں میں مَیل آنے لگا۔ جب تک غریب تھے۔ تب تک ایک دوسرے پر اعتماد تھا۔ مگر جب امیر ہوئے تو وہ

اعتماد قائم نہ رہا۔ ایک دوسرے پر شک و شبہ کرنے لگے۔ کبھی کبھی جوش میں بھی آجاتے تھے۔ اس وقت ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے۔ گویا ہم آدمی نہیں بلکہ خونخوار بھیڑیے ہیں۔ دولت نے آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ ہم میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ دوسرے شریک کار مر جائیں۔ تو ساری دولت اسی کی ہو جائے۔ کچھ دنوں یہ خیالات دبے رہے۔ جیسے راکھ تلے انگارا رہے۔ مگر کب تک۔ آخر کار فیصلہ ہوا۔ کہ شرکت توڑ دی جائے۔ اور سب الگ الگ ہو جائیں۔ آگ کے شعلے راکھ سے باہر نکل آئے۔

مشق نمبر ۱۲۴

غالب کے کبھی کوئی اپنا مکان نہ تھا۔ زندگی بھر وہ کرائے کے مکان میں رہے۔ شاعروں کی طرح روپیہ پیسہ کے معاملے میں وہ بہت بے پرواہ تھے۔ ان کی آمدنی اچھی خاصی تھی۔ سراج الدین نے ان کو تیمور کے شاہی خاندان کی تاریخ لکھنے کے لئے پچاس روپیہ ماہوار پر مقرر کیا تھا۔ گورنمنٹ برطانیہ سے ان کو اچھی پنشن ملا کرتی تھی۔ اور دربار رام پور سے سو روپیہ ماہوار پاتے تھے۔ لیکن ان کی طبیعت کے سے آدمی کے لئے کوئی رقم کافی نہیں ہو سکتی تھی دہلی میں غدر سے پہلے وہ سخت مالی تکلیف میں تھے۔ جو کچھ ان کے باپ نے چھوڑا تھا۔ وہ پہلے ہی تلف ہو چکا تھا۔ انہوں نے ایک مرتبہ لکھا کہ "مجھے اپنا کپڑا اور بچھونا تک فروخت کرنا پڑا۔ سب لوگ کھانا کھاتے تھے۔ اور میں کپڑے کھاتا تھا۔ غالب کی سوانح عمری ان کی مالی تکلیفوں کی تاریخ ہے۔ جس سے ان کو کبھی نجات نہ ملی۔ روپیہ ان کو ضرور چاہیئے تھا۔ اور روپیہ ملتا تھا بہت زیادہ شرح سود پر۔ جس کو وہ ادا نہ کر سکتے تھے آخر کار پرانے مطالبوں کی نالش ہوئی۔ معاملہ عدالت میں پہنچا۔ تو غالب نے جواب میں ایک شعر لکھا جس کا مطلب یہ تھا "ہاں۔ قرض پر شراب پیتا رہا۔ اور یہ جانتا تھا کہ ایک دن ناداری کی وجہ سے مصیبت میں پھنسوں گا۔ جج صاحب شاعری کے شائق تھے۔ اس شعر سے اتنے خوش ہوئے کہ غالب کا قرضہ اپنے پاس سے دے دیا۔ اور ان کو رہا کر دیا۔ غالب سے شراب نہ چھوٹی۔ ایک دفعہ

ان کے ایک دوست نے کہا۔ کہ خدا الیبوں کی دعا پر توجہ نہیں کرتا جو شراب پیتے ہوں۔ انہوں نے آہستہ سے کہا۔ کہ جس کے پاس شراب ہے۔ اس کو کسی چیز کے لئے دعا مانگنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

مشق نمبر ۱۲۵

قربان جاؤں آج کل[۱] کی نزاکت کے، ہر شخص کی یہی خواہش ہے۔ کہ لوگ اس کو "صاحب" کہیں۔ تم نے نوجوانوں کو دیکھا[۲] ہو گا۔ جب وہ[۳] نئے نئے کالج میں آتے ہیں۔ پرانے زمانے کی حجامت۔ سادے لباس۔ اور قدرتی عادتیں[۴] ہوتی ہیں۔ وہ نئے رنگ ڈھنگ سے[۵] بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ لیکن جونہی کسی فیشن کے دلدادہ[۶] سے دوستی ہوئی۔ ان کے طور بدلے۔ سادہ حجامت کی جگہ البرٹ فیشن اور گھونگر والے بالوں نے لی۔ اور سادہ کپڑوں کی کوٹ پتلون نے۔ وہ اپنی قدرتی چال[۸] کو بھول گئے۔ کیا لٹک لٹک[۹] کر چلتے ہیں۔ دودھ پینا بھول گئے۔ ہوٹلوں میں چائے کی پیالی پر پیالی اڑاتے ہیں۔ بسکٹ اور کیک کے[۱۰] بغیر دم نہیں لیتے۔ اگر ان کو کوئی کہے۔ بھائی آدھ[۱۱] آدھ سیر دودھ پی لو۔ تو ناک بھوں چڑھا[۱۲] کر کہیں گے۔ چل رے چل! تم اپنے خراب ہندوستانی طریقوں کو نہیں چھوڑتے۔ کیا ہم دودھ پئیں۔ اس سے تو ہم کو بدہضمی ہو جاتی ہے۔ ہمارے سبھاؤ کے موافق تو چند[۱۳] بسکٹ اور چائے کی پیالی ہے۔ تم تو چمگادڑ ہو۔ اور نئی روشنی کے سامنے کیا بہار ہے۔ دن رات چولھے پر[۱۴] کام کرنے والی پرانے فیشن کی بیوی کی بجائے اس کے لئے زمانے کی عورت کئی درجہ اچھی ہے۔ کیا تم پرانے لہنگے کو نہیں چھوڑو گے۔ ساڑھی کی خوبصورتی تمہارے من کو نہیں بھاتی؟ بیوی ایسی ہونی چاہیئے۔ کہ ٹھنڈی سڑک پر ہمارے ساتھ انگریزی بولتی ہوئی قدم کے ساتھ قدم ملائے۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سیر کرے۔ کالی ہندوستانی عورت ہمیں اچھی نہیں لگتی۔

بھلا ان فیشن کے دلدادوں سے کوئی پوچھے۔ بھائی فیشن ہی پر مر[۱۷] مٹے ہو یا بزرگوں کا بھی کوئی گن تم میں ہے؟ تم میں ان کی طاقت کہاں؟ کہاں وہ رام کا دل اور ارجن کا سینہ۔ کہاں کرشن کا دماغ اور بھیم کا بل؟ کم بخت

ان باتوں پر ہنسی اڑائیں۔ اور بے شرم زبان سے کہیں گے۔ کہ ہم تو دنیا میں
رنگ رلیاں[۹] اڑانے آئے ہیں۔ باقی سب چیزیں[۲] پڑیں کنوئیں میں۔

مشق نمبر ۱۲۶

گرمی گئی۔ برسات آئی۔ آہا ہا۔ کیا پُرلطف[۱] موسم ہے۔ آسمان کی طرف دیکھو
کیسا نظارہ ہے۔ بدلیاں کس طرح جھوم جھوم[۲] کر آئی ہیں۔ کالی گھٹائیں اٹھی ہیں
سیاہ رنگ کے بادل نمایاں ہیں ہر طرف گھنگھور گھٹاؤں[۳] کا جماؤ لگتا ہے
کبھی تھوڑی دیر پھوہار پڑتی ہے۔ کبھی موسلا دھار برسنے لگتا ہے۔ پرنالے
دھائیں[۵] دھائیں گرنے لگے۔ بجلی چمکتی ہے۔ کیا تو لوئیں[۶] چلتی تھیں۔ گرد و غبار
اُڑتا تھا۔ مینہ برستے ہی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں۔ گرد و غبار بیٹھ گیا۔ آن کی
آن میں رُت پھر گئی۔ آسمان کیا صاف نظر آتا ہے۔ گرد و غبار کا نام و نشان نہیں
دھان۔ مکئی۔ جوار۔ باجرہ بوئے جا رہے ہیں۔ کھیتیاں ہری[۱] ہو رہی ہیں آج
کوئی کسانوں کے "دل سے پوچھے"۔ کیسے باغ باغ ہیں۔ ندی نالوں کا زور[۲] ہے
دریا چڑھ[۳] رہے ہیں۔ جھیلوں میں پانی پڑ رہے ہیں۔ تالابوں میں[۴] پانی نہیں سماتا
درختوں کو دیکھو۔ کیا اپنا جوبن[۵] دکھا رہے ہیں۔ ایسے دھوئے دھائے صاف نکلے
جیسے کوئی نہا کر اٹھتا ہے۔ ان میں کہیں جھولے پڑے ہیں۔ عورتیں[۶] جھولے لے
خوب گا رہی ہیں۔ جانوروں کو دیکھو کیا بولیاں بول رہے ہیں۔ کوئل کو کو کرتی ہے
پپیہا بول رہا ہے۔ مینڈک ٹرا[۹] رہے ہیں۔ اور جنگل کو سر پر[۲] اٹھا رہے ہیں اور
مور ناچ رہے ہیں۔ بیر بہوٹیاں بھی اپنی سرخ رنگت کی بہار دکھا رہی ہیں کچھوے
بھی پیٹ کے بل سکڑ[۲] سکڑ کر چل رہے ہیں۔ گوالوں[۳] کے گھر گنگا ہے۔ گائے
بھینسوں کا دودھ[۴] سمیٹا نہیں جاتا۔ اسی برسات پر لوگوں کی خوشحالی کا دار و مدار ہے
ایک سال برسات[۵] خاطر خواہ نہ ہو جائے۔ تو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ قحط
سالی سے مرنے لگے۔

مشق نمبر ۱۲۷

۸۔ اے میری زبان! دشمن کو دوست بنانا۔ اور دوست کو دشمن کر دکھانا تیرا[۱] ایک

کھیل ہے جس کے تماشے[۱] سینکڑوں دیکھے اور ہزاروں دیکھنے باقی ہیں۔ اے میری ہی بات[۲] بگاڑنے والی۔ اور میرے بگڑے[۳] کاموں کو سنوارنے والی۔ روتے کو ہنسانا اور ہنستے کو رلانا۔ روٹھے[۴] کو منانا۔ اور بگڑے کو بنانا نہیں معلوم تو نے کہاں سے سیکھا ہے۔ اور کس سے سیکھا۔ کہیں تیری باتیں کس کی گانٹھ ہیں اور کہیں تیرے بول[۵] شربت کے گھونٹ ہیں۔ کہیں تو شہد ہے اور کہیں حنظل کہیں تو زہر ہے۔ کہیں تریاق[۱۱]۔ اے زبان! ہمارے بہت سے آرام اور بہت سی تکلیفیں، ہزاروں نقصان، ہزاروں فائدے۔ ہماری عزت، ہماری ذلت[۱۲] ہماری نیک نامی۔ ہماری بدنامی[۱۳]۔ ہمارا جھوٹ۔ ہمارا سچ۔ تیری ایک ہاں اور ایک نہیں[۱۴] پر موقوف ہے۔ تیری اس ہاں اور نہیں نے کروڑوں کی جانیں بچائیں اور لاکھوں[۱۵] کا سر کٹوایا۔ اے زبان! تو دیکھنے میں تو ایک پارہ گوشت[۱۶] کے سوا کچھ نہیں۔ مگر طاقت تیری[۱۷] قدرت الٰہی ہے۔ دیکھ اس طاقت کو رائگاں[۱۸] نہ کھو۔ اور اس قدرت[۱۹] کو خاک میں نہ ملا۔ راستی تیرا جوہر[۲۰] ہے اور آزادی تیرا زیور ہے دیکھ اس جوہر کو برباد نہ کر۔ اور اس زیور کو زنگ[۲۱] نہ لگا +

سوال۔ ۱۔ روز روز بھیک مانگنے آ جاتے ہو۔ کام کیوں نہیں کرتے۔ مشٹنڈے پھرتے ہو۔

۲۔ یا تو تم خوشامد چھوڑ دو۔ ورنہ تمہارے ساتھ بُری کریں گے۔

۳۔ لڑکا ہونہار نظر آتا ہے۔ باپ دادا کا نام روشن کرے گا۔ اور چار چاند لگائے گا۔

۴۔ ایک ہی دل کی خواہش[۳] تھی۔ وہی پوری نہ ہوئی۔ بی۔ اے پاس کر لیتا۔ تو کہیں پٹواری بن جاتا۔

۵۔ ان سے بچ کر رہنا۔ کہیں ان کے پھندے میں نہ پھنس جانا۔

۶۔ کیا بیوقوفوں سی بات کی ہے۔ گھر کی عقل بھی بیچ کھائی ہے۔

۷۔ ٹھوکر ہی کھا کر انسان کو عقل آتی ہے۔

مشق نمبر ۱۲۸

(a) - بھادوں کا مہینہ ہے - بڑا اندھیرا چھایا ہوا ہے - بادل گھرے ہوئے ہیں - دو ایک بوندیں بھی پڑ رہی ہیں - رات کا ایک بجا ہے - کہیں کوئی آتا جاتا نہیں پہرے والے لمبی تانے سو رہے ہیں - دور ایک دھندلا اجالا بجلی کا ہو رہا ہے مگر اس سے چاروں طرف کے اندھیرے پر کوئی اثر نہیں ہوتا - وہ دور کے تارے کی طرح اپنی ہی جگہ چمک رہا ہے - اس وقت کلکتے کی ایک سڑک پر ایک بھلا مانس بہت ہی دھیرے دھیرے جا رہا تھا - اس سے بھی دھیرے دھیرے پاؤں دبائے ایک آدمی اس کا پیچھا کر رہا ہے - ان دونوں میں سے پانچ سات ہاتھ دور ایک اور آدمی ان دونوں پر آنکھ لگائے لمبے لمبے قدم رکھتا ہوا آ رہا ہے - جونہی وہ بھلا مانس آدمی ایک موڑ پر پہنچا اور مڑ کر ایک گلی میں جانے لگا - وہیں پیچھے والا آدمی اس پر جھپٹا - اور اٹھا کر اس کو دے مارا - چھاتی پر چڑھ بیٹھا - اور چاہتا تھا کہ چھرے سے اس کا گلا کاٹ ڈالے لیکن اس تیسرے آدمی نے اس کو بھی آ کر دھر دبایا - اس کے ہاتھ سے چھرے کو چھین لیا - اور بہت پھرتی کے ساتھ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے وہیں ڈال دیا - بھلے مانس کے اوسان جاتے رہے تھے - وہ اپنے آپ کو مرا ہی سمجھ رہا تھا - مگر اس کے جی میں جی آیا - وہ چاہتا تھا کہ چلا کر پہرے والوں کو بلائے - لیکن اس تیسرے آدمی نے روکا - اور کہا - آپ چپ رہیں - میری بات سن لیں پھر جو چاہیں سو کریں - پہرے والوں کو بلا کر آپ کیا کریں گے جب تک میں یہاں ہوں - آپ کا کوئی ایک بال بھی بینکا نہیں کر سکتا - اس پر اس بھلے مانس نے کہا - آپ جو کہیں گے میں کروں گا - آپ نے میری جان بچائی ہے - آپ کے کہنے کو میں کبھی نہیں موڑ سکتا +

(b) - ۱ - جس کی نہ پھٹی ہو بوائی وہ کیا جانے پیڑ پرائی -

۲ - نہ جانے کون سی بریاں بجے گا کوچ کا ڈنکا -

۳ - عجب جھنجھٹ میں پڑ گیا ہوں - کچھ کرتے دھرتے نہیں بنتا -

۴ - دن بھر کولھو کے بیل کی طرح چلتا ہوں - جب کہیں دو روٹیاں نصیب

ہوتی ہیں۔

۵۔ دُنیا کا چکر بھی عجیب ہے۔ جو اس میں پڑے وہ پچھتائے۔ جو نہ پڑے وہ بھی پچھتائے۔

۶۔ دَیا دھرم کا مول ہے پاپ مول ابھیمان۔

۷۔ دودھ کا جلا چھاچھ کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔

مشق نمبر ۱۲۹

خلیفہ ہارون الرشید کو ایک رات نیند نہ آتی تھی۔ پس اُس نے مسرور کو بُلایا۔ اور جونہی وہ آیا۔ اس سے کہا۔ کہ جعفر کو فوراً بُلاؤ۔ حُکم کے بموجب وہ باہر گیا۔ اور وزیر کو ساتھ لے کر آیا۔ خلیفہ نے وزیر سے کہا۔ جعفر! مجھے آج رات کو نیند نہیں آتی۔ اور معلوم نہیں مجھے نیند کیونکر آسکتی ہے" جعفر نے جواب دیا"حکما کہتے ہیں کہ آئینہ دیکھنے سے۔ حمام جانے اور گانا سُننے سے سب فکریں دُور ہو جاتی ہیں۔ خلیفہ نے کہا" مَیں یہ سب کر چکا۔ مگر مجھ کو کوئی آرام نہ ملا۔ اور مَیں قسم کھاتا ہُوں۔ اگر تُم میرے اچھا کرنے کی کوئی صورت نہ پیدا کرو گے۔ تو مَیں تم کو مارونگا۔ جعفر نے جواب دیا۔ خداوند! مَیں جانتا ہوں کہ آپ کو کس چیز سے فائدہ ہوگا۔ بشرطیکہ میری بات مانیں۔ خلیفہ نے کہا۔ وہ کیا چیز ہے جو تُم جانتے ہو؟ اُس نے جواب دیا۔ ایک کشتی لیجئے اور ہمارے ساتھ دریائے دجلہ (TIGRIS) کے بہاؤ پر ایک جگہ چلئے۔ جو قرن الصراط (KARN-AL-SIRAT) کہلاتی ہے۔ ممکن ہے۔ وہاں ہم ایسی باتیں سُنیں جو کبھی نہیں سُنیں۔ یا وہ چیزیں دیکھیں جو کبھی نہیں دیکھیں کیونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ اِنہی تین چیزوں میں سے ایک سے آرام مل سکتا ہے۔ یعنی آدمی ایسی چیز دیکھے جو اُس نے اب تک کبھی نہیں دیکھی یا ایسی بات سُنے جو اُس نے اب تک نہیں سُنی یا ایسی سرزمین پر چلے جس پر وہ پہلے کبھی نہیں چلا۔ ممکن ہے یہی چیز خُدا کے فضل سے آپ کو آرام پہنچانے کا ذریعہ ہو جائے۔ وہاں قرن الصراط میں دریا کے دونوں کناروں پر آمنے سامنے کھڑکیاں ہیں۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کسی میں ہم کوئی ایسی چیز دیکھیں یا سُنیں۔ جس سے

ہمارے دلوں کو تسکین ہو۔ جعفر کی صلاح سے خلیفہ خوش ہؤا۔ اپنی جگہ سے اُٹھا اور کچھ ساتھیوں کو لیکر ایک سجی ہوئی کشتی میں سوار ہؤا۔ اور دریا کے بہاؤ پر روانہ ہو گیا۔

مشق نمبر ۱۳۰

نوشیرواں بادشاہ ایک دِن گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کھیلنے گیا۔ اور ایک ہرن کا پیچھا کرنے میں اپنے ساتھیوں سے علیحدہ ہو گیا۔ اس کو ایک جھونپڑا نظر پڑا۔ چونکہ بہت پیاسا تھا۔ اِس لئے وہ اس کے دروازے پر آیا۔ اور ایک گھونٹ پانی مانگا۔ ایک عورت باہر نکلی اور اس کو دیکھ کر گھر واپس گئی۔ پھر اُس نے ایک گنّے کا رس ایک پیالے میں نکالا۔ اور اس میں پانی ملایا۔ بعد اس کے اس نے کوئی خوشبودار چیز اس پر چھڑکی جو بُرادے کی طرح تھی۔ بادشاہ کے پاس لائی۔ بادشاہ نے اس میں سے بُرادہ کی سی کوئی چیز دیکھ کر اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے پیا۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا۔ تب بادشاہ نے اُس سے کہا۔ "اے اجنبی لڑکی! شربت اچھا ہے۔ اور کیسا خوش ذائقہ ہوتا۔ اگر یہ بُرادہ اِس میں نہ ہوتا۔" اُس نے جواب دیا۔ "اے مہمان! میں نے اِس میں بُرادہ ایک غرض سے ملایا تھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ آپ بہت پیاسے ہیں۔ اور ڈری کہ سب ایک ہی گھونٹ میں نہ پی جائیں۔ کیونکہ اِس سے آپ کو نقصان پہنچتا۔ اور اگر یہ بُرادہ نہ ہوتا تو آپ ایسا ہی کرتے منصف مزاج بادشاہ کو یہ الفاظ سُن کر جو لڑکی کی دانائی اور خوش تمیزی کا پتہ دیتے تھے حیرت ہوئی۔ بادشاہ نے پوچھا۔ تم نے کتنے گنّوں میں سے یہ رس نکالا تھا؟ اس نے جواب دیا۔ "ایک گنّے سے۔" اِس پر نوشیرواں کو تعجب ہؤا۔ اُس نے گاؤں کے ٹیکس کا رجسٹر طلب کیا۔ اور دیکھا کہ اِس گاؤں پر ٹیکس بہت ہلکا لگایا گیا تھا۔ اُس نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ محل میں پہنچ کر اِس ٹیکس کو بڑھا دونگا اور دِل میں سوچا کہ ایسے گاؤں پر جس میں ایک گنّے سے اِتنا بہت سا رس نکلتا ہو ٹیکس کیوں کم لگایا گیا ہے۔" تب وہ گاؤں سے نکلا اور شکار کھیلنے میں پھر مشغول ہو گیا۔ اور جب وہ شام کو واپس ہؤا تو اُسی دروازے سے گذرا

اور پھر پانی طلب کیا۔ پھر وہی لڑکی باہر نکلی۔ اور پہلی ہی نظر میں اُسے پہچان کر پانی پینے کے لئے اندر گئی۔ واپسی پر اُسے کچھ وقت لگا۔ نوشیرواں نے پوچھا "اتنی دیر کیوں ہوئی"۔ اُس نے جواب دیا۔ "ایک گنّے میں اتنا رس نہیں نکلا۔ جو آپ کی ضرورت کو کافی ہوتا۔ اِسلئے میں نے تین گنّوں کا رس نکالا لیکن ان میں سے بھی اتنا نہ نکلا جتنا کہ ایک گنّے سے پہلے نکلا تھا"۔ بادشاہ نے پوچھا۔ "کیوں؟" اس نے جواب دیا۔ "اس کا سبب یہ ہے۔ کہ جب سلطان کا دِل رعایا کی طرف سے پھر جاتا ہے۔ تو خوشحالی جاتی رہتی ہے۔ اور بہبود کم ہو جاتی ہے۔ نوشیرواں ہنسا۔ اور اس گاؤں پر بھاری ٹیکس لگانے کا خیال دِل سے نکال دیا۔

مشق نمبر ۱۳۱

ایک راجہ نے جو کہ خولصورتی کا بڑا پسند کرنے والا اور (اپنے اندازمیں) خولصورتی کا بڑا پرکھنے والا تھا۔ اپنی سلطنت میں سب سے زیادہ خولصورت بچّے کو انعام دینا طے کیا۔ اِس غرض سے اُس نے وزیروں کو بُلایا۔ اور ایک اعلان جاری کر کے یہ حکم دیا۔ کہ میری سلطنت کے سب بچّے ایک جگہ جمع کیے جائیں۔ اور میرے سامنے معائنے کے لئے پیش کئے جائیں۔ تاکہ میں اُنکی خولصورتی کے متعلق فیصلہ کر سکوں۔ اور انعام دے سکوں۔ ملک کے ہر طرف سے مقررہ دِن اور مقررہ وقت پر بچّے آئے۔ اور راجہ کے آنے کا اِنتظار کرنے لگے۔ جسے اپنی حیثیت کی وجہ سے ہر مقررہ کام میں دیر کرنی پڑتی تھی۔ آخر کار راجہ صاحب اپنے درباریوں کے ساتھ تشریف لائے۔ جنہیں تمام باتوں میں ان سے اِتفاق کرنے اور ہمیشہ اُن کے فیصلہ کی تعریف کرنے کی تنخواہ مِلتی تھی۔ ایک کرسی زرّیں پر چتر شاہی کے نیچے بیٹھ کے راجہ نے بچّوں کے معائنے اور اُن میں سب سے زیادہ خولصورت کو انعام دینے کے طریقے کا اعلان کیا۔ اُسے پہلے ہر ایک بچّے کو فرداً فرداً دیکھنا تھا۔ اور اِس طرح سے چند ایسے بچّوں کو چھانٹ لینا تھا جو اِس کی رائے میں خولصورتی کے مقابلہ کے لئے مناسب تھے۔ ایسے بچّوں کو علیحدہ کر کے جو اس کی رائے میں مناسب

نہ تھے۔ اُسے ان بچّوں کو یکجا کرنا تھا۔ جن میں وہ منتخب کر چکا تھا۔ پھر اُس بچے کو انعام دینا تھا۔ جو اس کے خیال میں اس کا مستحق تھا۔ پہلا بچہ جو معائنے کے لئے پیش کیا گیا وہ وزیرِ اعظم کا پوتا تھا۔ یہ بچہ بے حد بدصورت واقع ہوا تھا۔ راجہ کو بہت تعجب ہوا۔ کہ اس کے وزیرِ اعظم کا سا عقلمند آدمی ایسا بدصورت بچہ بچوں کے مقابلہ خوبصورتی میں لائے۔ لہٰذا اس سے پوچھا۔ کہ کن قواعد اور معیار خوبصورتی کی بنا پر۔ اُسے اُمید ہوئی۔ کہ اس کا بچہ انعام حاصل کرے گا۔ وزیرِ اعظم نے جواب دیا "اے مہاراجہ! آپ نہیں جانتے کہ خوبصورتی کا تعلق دِل سے ہے نگاہ سے نہیں۔ جو اپنے بچے کو چاہتا ہے اس میں اُسے انتہائی خوبصورتی نظر آتی ہے۔ چونکہ میں اِس بچے کو چاہتا ہوں۔ لہٰذا میرے لئے وہ دُنیا بھر میں سب سے زیادہ خوبصورت بچہ ہے۔ راجہ پر اس بات کا بڑا اثر ہوا۔ اُس نے مقابلہ بند کر دیا۔ اور ہر بچے کو ایک تحفہ دیا۔ اور سب کو ایک دعوت دی۔

مشق نمبر ۱۳۲

ایک زمانے میں ایک راجہ تھا۔ جس نے یہ قانون بنایا تھا۔ کہ جب کوئی نیا آدمی (اجنبی)، اس کے دربار میں آوے تو اس کو ایک مچھلی کھانے کے لئے دی جاوے۔ اور جب وہ مچھلی کو ایک طرف سے ہڈی تک کھا کر اُس کو دوسری طرف سے کھانے کے لئے پلٹے تو اس کو پکڑ لیا جاوے اور تیسرے دن مار دیا جاوے۔ لیکن مجرم کو ہر روز ایک خواہش ظاہر کرنے کا حق حاصل تھا۔ اس کو منظور کرنے کا راجہ نے وعدہ کر رکھا تھا۔ لیکن یہ خواہش جان بخشی کے متعلق نہیں ہو سکتی تھی۔

اس قانون کے مطابق کئی آدمیوں کی جان جا چکی تھی۔ ایک دن ایک نوجوان شہزادہ دربار میں آیا۔ حسبِ معمول مچھلی چُنی گئی۔ اور جب شہزادہ نے مچھلی کو ایک طرف سے کھا کر دوسری طرف شروع کرنے کے لئے پلٹا۔ تو وہ پکڑ لیا گیا۔ اور جیلخانے میں ڈال دیا گیا۔ کیونکہ قانون کے مطابق قیدی کو مارے جانے سے پہلے تین حق مانگنے کا حق تھا۔ پہلا حق جو اُس نے مانگا یہ تھا۔ کہ

راجہ کی لڑکی سے . . . اس کی شادی کر دی جائے۔ راجہ نے اس کو منظور کر لیا۔ اگرچہ نہایت ہی ناگواری کے ساتھ۔

دوسرے دن اس نوجوان نے کہا۔ کہ راجہ کا سارا خزانہ اس کو دے دیا جائے۔ یہ بھی تسلیم کر لیا گیا۔ اگرچہ اور بھی زیادہ ناگواری سے

تیسرے دن قیدی نے راجہ سے کہا "میری خواہش ہے کہ اس سے پہلے کہ میں مارا جاؤں۔ آپ ان سب لوگوں کی آنکھیں نکلوا دیجئے۔ جنہوں نے مجھے مچھلی پلٹتے ہوئے دیکھا تھا۔

راجہ نے جواب دیا "بہت اچھا۔ ناظر (CHAMERLAIN) کو پکڑ لو۔

ناظر نے کہا۔ کہ "میں نے تو کچھ نہیں دیکھا تھا۔ لیکن داروغہ (STEWARD) نے اس نوجوان کو کھاتے دیکھا تھا"

راجہ نے حکم دیا۔ کہ "داروغہ کو پکڑ لو"۔ لیکن داروغہ نے بھی کہا کہ میں نے کچھ نہیں دیکھا تھا۔ اور دیکھنے والا تو آبدار (ABDAR) تھا۔ آبدار نے کہا۔ کہ میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ اور کسی خدمتگار نے دیکھا ہو گا۔

تب راجکماری نے راجہ کے پاس جا کر کہا "والد صاحب! اگرچہ کسی نے جرم کرتے نہیں دیکھا لیکن یہ سب وہاں موجود تو تھے۔ پس شہزادہ مجرم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

راجہ نے کہا کہ "ایسا ہی ہو" اور حکم دیا کہ نوجوان شہزادہ کو چھوڑ دیا جائے۔

(EXERCISES WITHOUT GLOSSARY)

مشق نمبر ۱۳۳

یونان کے بہادر سپاہی اکیلیز (ACHILLES) نے جب یہ غمناک خبر سنی۔ کہ اس کا عزیز دوست پیٹروکلس (PATROCLUS) لڑائی میں مار ڈالا گیا۔ تو وہ بہت رنجیدہ ہوا۔ اور رونے لگا۔ اس کی آہ و زاری سن کر اس کی ماں دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میرے بیٹے! تمہارے دل پر کونسا غم پڑا ہے۔ جو تم اس طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہو۔ اکیلیز

(ACHILLES) نے جواب دیا - اے ماں! مَیں اپنا رنج بیان نہیں کر سکتا۔ میرا عزیز دوست جس کی کہ میں سب سے زیادہ عزت کرتا تھا اب نہیں رہا۔ میرے دُشمن ہکٹر (HECTOR) نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ اور میں چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ جب تک کہ اس کی موت کا بدلہ نہ لے لوں۔ اُس کی ماں نے اس کو تسلّی دی اور کہا۔ پیارے بیٹے! اپنے دوست کی موت کا غم نہ کرو۔ اپنے رونے سے تم اس کو پھر زندہ نہیں کر سکتے۔ صبر کرو میں تمہاری مدد کروں گی۔ وہ یونانی (GREEK) دیوتاؤں کے جائے قیام ماؤنٹ المپس (MOUNTOLYMPUS) پر گئی۔ اور اپنے بیٹے کی مدد کرنے کے لئے اُن سے ہاتھ جوڑ کر دُعا کی۔ دیوتاؤں کو اس پر رحم آ گیا۔ اور انہوں نے اس کو ایک زرہ بکتر دی۔ جو کسی آدمی نے اس وقت تک کبھی نہیں پہنی تھی۔ انہوں نے اس کو ایک ڈھال بھی دی۔ جس پر قدیم یونان کے بہادروں کے کارنامے کھدے ہوئے تھے۔ اس عورت نے دیوتاؤں کے بنائے ہوئے یہ حربے خوشی سے لے لئے۔ اور اُن کو اپنے بیٹے کے پاس لائی۔ اِن کو اس کو دے کر کہا یہ زرہ بکتر پہنو۔ ڈھال اپنے ہاتھ میں لو۔ اور پھر لڑائی میں موت سے بے خوف ہو کر جاؤ۔ اکیلیز (ACHILLES) نے اپنے آدمی جمع کئے اور دشمن پر حملہ آور ہُوا۔ جب وہ لڑ رہا تھا تو اُس نے ہکٹر (HECTOR) کو پہچانا۔ اور اس سے دو بدو لڑ کر اس کو قتل کر دیا۔

مشق نمبر ۱۳۴

ایک مٹھائی بیچنے والا سڑک کے کنارے ایک پیپل کے پیڑ کے نیچے اپنا مال بیچنے کے لئے بیٹھا کرتا تھا۔ وہاں بہت لوگ چلتے تھے۔ اس لئے اس کی چھوٹی دُکان کے لئے وہ جگہ اچھی تھی۔ جو چیزیں وہ بیچتا تھا۔ وہ تو میٹھی تھیں۔ مگر اس کا مزاج کسی طرح میٹھا نہ تھا۔ دُنیا کا اکثر یہی قاعدہ دیکھنے میں آیا ہے۔ بہت دِنوں سے بلکہ اصل یوں ہے۔ کہ لڑکپن ہی سے وہ کنجوس تھا۔ اور ہمیشہ اپنے روپیہ کے بارہ میں سوچا کرتا تھا۔ اس کو معمولی منافع سے سیری نہ ہوتی تھی۔ اور وہ بے ایمانی سے اپنا منافع بڑھانے کی ہمیشہ کوشش

کیا کرتا تھا۔ وہ یہ جانتا تھا۔ کہ ترازو پہ کس طرح انگلی رکھنی چاہیئے۔ تاکہ مٹھائی رکھنے کے پہلے ہی پلہ جھک جائے۔ جب مکھیاں اس کی شکر پر بیٹھتی تھیں تو وہ ان کو بڑے زور سے اڑایا کرتا تھا۔ اس خیال سے نہیں۔ کہ مکھیاں اپنے گندے پروں اور پیروں سے اس مٹھائی کو خراب کر دینگی بلکہ اس وجہ سے کہ وہ یہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کہ کوئی بھی اس کی مٹھائی بغیر دام دیئے کھائے۔

ایک روز اس پیپل کے پیڑ کے نیچے جہاں یہ چھوٹی دکان تھی۔ ایک غریب قلی سستانے کے لئے ٹھیر گیا۔ چونکہ وہ بڑی دور سے بھاری بوجھ لاد کر لایا تھا۔ اسلیئے اس نے سوچا کہ مٹھائی کھا کر تازہ دم ہو جائے۔ اس نے اپنا چاول کا بورا ایک پتھر پر رکھ دیا۔ جو کسی نیک آدمی نے وہاں اسی غرض لگا دیا تھا۔ اور آکر مٹھائیوں کا معائنہ کیا۔ مٹھائیاں کئی قسم کی تھیں۔ جو مٹھائی وہ چاہتا تھا۔ اس کو پسند کر کے اس نے تھوڑی سی پائیوں کی مول لینی چاہی۔

جب دکاندار مٹھائی تولنے لگا۔ تو قلی نے دیکھا کہ وہ ترازو کو اپنی انگلی سے دبا کر ڈنڈی مار رہا ہے۔ اس نے چلا کر کہا۔ کہ تم ٹھیک تول کر نہیں دے رہے ہو۔ اس کنجوس نے جواب دیا۔ کچھ ہرج نہیں ہے۔ جتنا کم میں تمہیں دوں گا۔ اتنا ہی کم بوجھ تم کو اٹھانا پڑے گا۔ وہ چالاک قلی اس مذاق پر ہنس دیا۔ مگر اس نے دل میں ٹھان لی۔ کہ اس دغا باز کے ساتھ جیسا کہ چاہیئے ویسا ہی برتاؤ کروں گا۔

دکاندار نے مٹھائی قلی کو دی۔ قلی نے مٹھائی لے کر جو دام طے ہوئے تھے وہ اسکو دیئے۔ مگر دو پائیاں کم دیں۔ ناخوش دکاندار نے کہا۔ تم نے مجھ کو پورے دام نہیں دیئے۔ قلی نے جواب دیا۔ کچھ ہرج نہیں ہے۔ جتنے کم (دام) میں تمہیں دونگا۔ اتنی ہی کم تکلیف تم کو ان کے گننے میں ہوگی۔

مشق نمبر ۱۳۵

ایک فرانسیسی پادری پر اس کے لاٹ پادری کے سامنے یہ الزام لگایا گیا۔ کہ وہ مزدوری لے کے گھڑیوں کی مرمت کرتا ہے۔ اور اپنے متبرک پیشے کو ذلیل کرتا ہے۔

لاٹ پادری نے کہا۔ کیا وہ اپنے فرائض منصبی سے غفلت کرتا ہے الزام لگانے والوں نے جواب دیا۔ نہیں۔ وہ اچھا واعظ ہے۔ اور نیک آدمی ہے۔ غریبوں پر مہربان ہے مصیبت زدہ لوگوں کی خبرگیری میں بڑی توجہ کرنے والا ہے لیکن بڑے غضب کی بات ہے۔ کہ ایسا متبرک عہدہ مستری کا کام کر کے ذلیل کیا جائے؟

لاٹ پادری نے کہا۔ "اس کو میرے سامنے طلب کرو"۔ پادری نے لاٹ پادری کے حکم کی تعمیل کی اور سامنے آکھڑا ہوا۔

لاٹ پادری نے کہا "میں نے آپ کے خلاف ایک بڑا الزام پایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ روپیہ کے لئے پادریوں کے فرائض کو مستری کا کام کر کے ذلیل کرتے ہیں۔"

پادری نے جواب دیا۔ "حضور میں انکار نہیں کرتا۔ کہ میں نے ایسے کام کئے ہیں۔ میری آمدنی اتنی کم ہے۔ کہ جسم اور روح دونوں کو ساتھ ساتھ رکھنے کے لئے پوری نہیں ہوتی۔ اور مہمان نوازی اور خیرات کے لئے کچھ نہیں بچتا۔ مجھے دستکاری کا شوق ہے۔ اور اپنے عہدے کے فرائض میں حرج کئے بغیر میں نے گھڑیوں کی مرمت کر کے اپنی آمدنی بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کام کا معاوضہ لے لینا حقیر نہیں سمجھتا ہوں۔"

لاٹ پادری نے کہا۔ "تمہارے ہی اقبال کے بموجب اب کسی اور کارروائی کی ضرورت نہیں رہی۔ میں ایسے متبرک عہدے کا تعلق تجارت کے ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ تمہیں اپنا سارا وقت اور سارا دھیان روح کی دیکھ بھال میں لگانا چاہیئے۔ اب میرا فرض ہے کہ تم کو یہ تنبیہ کروں کہ آج

سے اپنا سارا وقت اپنے منصبی فرائض میں صَرف کرو۔ تمہیں اپنی سزا اس کاغذ میں لکھی ہوئی مِلے گی۔ یہ کہہ کر اُس نے اس کو ایک کاغذ دیا۔ جس پر وہ اِس اثناء میں لِکھتا رہا تھا۔

غریب پادری کانپتا ہُوا باہر نِکل آیا۔ کاغذ کھولا۔ تو اُسے بڑا تعجب ہُوا۔ کہ اس کی اُونچے درجہ پر ترقی کر دی گئی تھی۔

مشق نمبر ۱۳۶

۱۷۴۵ء کے بلوے کو بہت دِن نہ ہوئے تھے۔ جب ایک فوجی افسر اسکاٹ لینڈ (SCOT,-LAND) کے پہاڑی حصّہ میں سفر کر رہا تھا۔ دِن بھر ادھر اُدھر پھرنے کے بعد شام کے اندھیرے میں اُسے دُور روشنی سی دِکھائی دی۔ اور اس طرف دونوں نے بڑے شوق سے قدم بڑھائے۔ لیکن جب اس جگہ پہنچے۔ تو جہاں اُنہیں مکان مِلنے کی اُمید تھی۔ وہاں اپنے کو انہوں نے ایک بڑے اونچے پہاڑ کے نیچے پایا۔ اور وہ روشنی اس کے اوپر ویسے ہی جھلک رہی تھی۔ انہوں نے بڑی زور سے آواز دی۔ اور فوراً ہی ان سے دریافت کیا گیا۔ کہ کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ مسافر ہیں راہ بھُول گئے ہیں۔ ہمیں پناہ دیجئے۔ لمحہ بھر میں ایک آدمی اُن کے سامنے آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ ہمارے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر میں ایک بڑے غار کے پاس پہنچے۔ جہاں اُن کے راہبر نے انہیں چھوڑ دیا۔ خود اس کے اندرونی غار میں چلا گیا۔ اور پچاس مسلح آدمیوں کو لے کر باہر نِکل آیا۔ دونوں مُسافر حراساں ہوئے۔ مگر اُس گروہ کے سردار نے ان لفظوں میں تسکین دِی۔

تُم آسانی سے سمجھ سکتے ہو۔ کہ ہم لوگ کون ہیں۔ مگر تمہارے لئے کوئی ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ ہماری لوٹ مار پر کبھی بیرحمی کا داغ تو لگا ہی نہیں اور خونریزی کا بھی شاذونادر ہی لگا ہے۔ اگر تم ہمارا اعتبار کرو۔ تاہم تمہارا خیر مقدم کرتے ہیں۔

مُسافروں کی جان میں جان آگئی۔ اور جو کھانا پیش کیا گیا۔ اُسے کھا لیا۔

پھر ان سے کہا گیا کہ غار کے اندر سو رہو۔ جہاں اُن کا میزبان ان کی حفاظت کرنے کے لئے خود بیٹھ گیا۔ سویرے دونوں نے دیکھا۔ کہ سردار ہی اکیلا ان کے پاس ہے۔ اور پچاس آدمی کہیں نہ دکھائی دیئے۔ رخصت ہوتے وقت افسر نے کہا "جناب! ہم لوگ آپ کے سارے سلوک کے جتنے مداح ہیں۔ اتنے ہی شکر گذار ہیں۔ جہاں ہمیں اُمید تھی کہ ہمارے گلے کاٹے جائیں گے۔ وہاں ہمارے ساتھ شہزادوں کا سا برتاؤ کیا گیا۔ آپ کی عنایت کا پورا صلہ دینا ہمارے امکان میں نہیں ہے۔ مگر یہ اشرفیوں کی چھوٹی تھیلی حاضر ہے۔ جس کا دینا میں مجھے کھلے گا نہیں۔ پہاڑی نے کہا " دیکھئے جناب آپ نے ہماری طرز زندگی اب دیکھ لی ہے۔ ہمیں جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لئے بازار میں جاتے ہیں ہم سرجنٹ مور (SERGEANT MOORE) ایسے کام کے لئے مزدوری لینا خلافِ شرافت سمجھتا ہے۔ کہ جس کے کرنے کو اس کا دِل مناسب سمجھتا ہے۔

مشق نمبر ۱۳۷

ایک پکے ڈاکو کو مرنے کے لئے آمادہ کرنے کو ایک فرانسیسی پادری بلایا گیا۔ اور دونوں ایک چھوٹے تاریک گرجے میں بند کر دیئے لیکن پادری نے دیکھا۔ کہ ڈاکو اِس بات پر ذرا بھی توجہ نہیں کرتا۔

اُس نے کہا۔ بڑا تعجب ہے! دوست تم کو معلوم نہیں ہوتا۔ کہ چند لمحوں کے بعد تمہیں خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے؟ وہ کون سی ایسی بات ہے۔ جو تمہارے خیالات کو ایسے اہم معاملے سے ہٹائے ہوئے ہے؟

اُس نے جواب دیا " بابا سچ کہتے ہو لیکن میں اپنے دِل سے یہ خیال نہیں نکال سکتا۔ کہ میری جان بچا لینا آپ کے اختیار میں ہے۔ بھلا یہ فکر میرے خیالات کو کیوں منتشر نہ کرے؟"

" میں تمہاری جان بچاؤں! یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ علاوہ اِس کے میں تمہاری زیادہ بدمعاشی کرنے کا اور گناہوں کے بڑھانے کا ذریعہ بن جاؤں گا "

نہیں، نہیں! بابا!! میں آپ کو زبان دیتا ہوں۔ میں پھانسی کے پاس اتنا پہنچ گیا ہوں۔ کہ دوبارہ خطرے میں نہ پڑوں گا۔"

پادری نے وہی کیا جو ایسے موقع پر پیشتر لوگ کرتے۔ اُس نے اس کی التجا کو مان لیا۔ اب کام یہ رہا کہ چھڑانے کی تدبیر معلوم کی جائے۔ گرجے میں ایک کھڑکی تھی۔ جو چھت کے پاس زمین سے پندرہ فیٹ بلند تھی۔

کیوں؟ بابا اس لکڑی کے چبوترے کو جو ہٹ سکتا ہے۔ سرکا کے دیوار سے لگا دیجئے۔ اور اپنی کرُسی اس پر رکھ دیجئے۔ اور آپ کرُسی پر کھڑے ہو جائیے۔ میں آپ کے کندھوں پر کھڑا ہو جاؤں گا۔ اور اس ترکیب سے کھڑکی تک پہنچ جاؤں گا۔ اور کام ہو جائے گا۔"

پادری راضی ہو گیا۔ بدمعاش ایک آن میں باہر نکل گیا۔ اور مہربان بابا سب چیزیں ٹھکانے لگا کے کرُسی پر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ گھنٹہ دو گھنٹہ بعد جلاد نے اکتا کے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور پادری سے پوچھا۔ کہ مجرم کیا ہُوا۔

"مجرم!" بابا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ ضرور ہی کوئی فرشتہ تھا۔ کیونکہ (پادری کی بات سچ مانو) وہ اُس کھڑکی میں سے اُڑ گیا۔ بیس برس بعد پادری ایک جنگل میں ہو کے سفر کر رہا تھا۔ کہ اُسے اتفاق سے ایک خوشحال کسان ملا۔ جس نے اس کا اپنے جھونپڑے میں خیر مقدم کیا۔ یہ کسان وہی ڈاکو تھا۔ جسے اُس نے موت سے بچایا تھا۔

مشق نمبر ۱۳۸

سیلون اپنے جواہرات کے لئے ہمیشہ سے مشہور رہا ہے۔ اس کے ساحل پر عمدہ موتی نکالے جاتے ہیں۔ موتی نکالنے والی کمپنیوں کے بڑے بڑے بیڑے ان کناروں کی طرف جن پر موتی پڑے رہتے ہیں روانہ ہوتے ہیں۔ لیکن موتی اتنی گہرائی میں ہوتے ہیں کہ ان کو غوطہ مار کر نکالنا پڑتا ہے غوطہ خور باری باری سے نیچے اُترتے ہیں۔ ہر ایک شخص ایک پتھر باندھے رہتا ہے۔ تاکہ فوراً تہہ تک پہنچ جائے۔ وہاں آدھے منٹ یا جتنی دیر کہ وہ

پانی میں ٹھہر سکتا ہے۔ اتنی دیر میں جس قدر موتی اٹھا سکتا ہے اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ جب وہ سانس نہیں روک سکتا۔ تو اُن لوگوں کو جو کشتی میں رہتے ہیں ایک رسی کھینچ کر اِشارہ کرتا ہے۔ وہ لوگ اس کو فوراً اُوپر کھینچ لیتے ہیں۔ اس کو خاص اندیشہ ایک دریائی جانور سے جس کو (SHARK) کہتے ہیں ہوتا ہے۔ اِس لئے ہر ایک کشتی میں ایک شارک پر جادو کرنے والا آدمی موجود رہتا ہے۔ اور ایسے ہی بہت سے جادوگر کنارہ پر کھڑے ہوئے منتر پڑھا کرتے ہیں۔ اور عجیب عجیب رسمیں عمل میں لاتے ہیں جن سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شارک بھاگ جاوے گا۔ اگر غوطہ خوروں میں سے کسی پر شارک حملہ کر دیتا ہے۔ تو کوئی اور غوطہ خور اس دن پانی میں گھسنے پر راضی نہیں ہوتا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اِن لوگوں کو اپنے جادوگروں پر پورا بھروسہ نہیں ہے۔

سنگالی لوگ کوئی مضبوط قوم نہیں ہیں۔ ان کے ملک کی گرم اور تر آب وہوا نے اِن کی جفاکشی اور ہمت کو بالکل غارت کر دیا ہے۔ ان کی ایک عجیب بات یہ ہے۔ کہ مرد عورتوں کی طرح اور عورتیں مردوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ دونوں کے لمبے لمبے بال ہوتے ہیں۔ اور یہ بتلانا کہ کون مرد ہے اور کون عورت بہت دشوار ہے۔ جب تک آپ اس بات پر غور نہ کریں۔ کہ مرد اپنے لمبے بالوں کو کنگھی سے سمیٹتے رہتے ہیں اور سفید کوٹ پہنتے ہیں۔ اور عورتیں اپنی زلفوں کو چوٹی بنا کر کانٹوں سے روکے رہتی ہیں۔ اور مختلف رنگوں کی پوشاکوں پر ڈھیلی ڈھیلی سفید لمبی جاکٹ پہنے رہا کرتی ہیں

مشق نمبر ۱۳۹

ایک مصنّف کہتا ہے۔ کہ شرافت نہ تو خیاط پر نہ تو زرق برق لباس پر منحصر ہے۔ عُمدہ کپڑے عمدہ عادتوں کے برابر نہیں ہوتے۔ شریف آدمی نرم مزاج، پُرحیا خلیق اور فیاض ہوتا ہے۔ اور محض اس کی شکل دیکھ کر ہم یہ نہیں بتا سکتے۔ کہ آیا اِس میں یہ اوصاف موجود ہیں یا نہیں۔ ذیل کے قِصّہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صرف ظاہر کو دیکھ کر کِسی کی نسبت رائے قائم کرنا کِس قدر بے وقوفی کا امر ہے۔

قریب سو سال کا زمانہ گُزرا کہ مُلک روس کے اُمراء میں (ORLOFF) نامی ایک شخص تھا۔ جو کہ تمام جہان میں سب سے طاقتور آدمی کہا جاتا تھا۔ وہ آسانی سے ان طاقت کے کاموں کو کر سکتا تھا۔ جن کو معمولی آدمی ہمّت کرنے کا خیال بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک شب کو دُور دراز سفر کے بعد اپنے مکان پر آکر ارلف (ORLOFF) نے سُنا۔ کہ محل شاہی سے ایک قاصد آیا تھا۔ جو اس کو ایک بہت ضروری کام کے لئے بُلا گیا ہے۔ بغیر غسل کئے ہوئے یا کپڑے بدلے ہوئے ارلف (ORLOFF) فوراً روانہ ہو گیا۔ محل شاہی کے دربان نے اس کو نہ پہچانا۔ اور ایک گرد آلود اور سفر زدہ اجنبی کو حضور شاہی میں جانے کی اجازت نہ دی۔ اور کہا۔ کہ میں جاننا چاہتا ہوں۔ کہ تُم کون ہو۔ کہ تم کو میں اِس حالت میں محل کے اندر جانے کی اجازت دوں۔ ارلف (ORLOFF) ایک لفظ بھی نہ بولا۔ اور ایک لوہے کا سیخ جو کہ رات کے دروازہ بند کرنے کے کام میں لایا جاتا تھا۔ اٹھا لیا۔ اور اپنے مضبوط ہاتھوں کو جلدی سے اینٹھ کر دربان کے گلے میں ڈالے ہوئے لوگوں کو اپنی شکل دکھلاؤ۔ اور تب فوراً معلوم ہو جائے گا۔ کہ میں کون ہوں۔ دربان نے فوراً سمجھ لیا۔ کہ یہ شخص ارلف

(ORLOFF) قوی تن ضرور ہوگا۔ جس کی طاقت کی نسبت عجیب عجیب قصے مشہور ہیں۔ اور جو یہ جانتا تھا۔ کہ دربارِ روس میں ایک مشہور آدمی ہے۔ خوف کے مارے دو زانو ہو کر گرا اور امیر سے معافی مانگی۔ ارلف (ORLOFF) صرف ہنس پڑا۔ اور کہا کہ پھر کبھی کسی شخص کی نسبت اس کا ظاہرا دیکھ کر کوئی رائے مت قائم کرنا؂

مشق نمبر ۱۴۰

ایک مرتبہ ایک شیر ببر نے اپنی سلطنت کے سب جانوروں کو حکم دیا۔ کہ تم سب اپنی اپنی شوق کی چیز میرے پاس لے آؤ۔ پس ایک روز سب تختِ شاہی کے سامنے جمع ہوئے۔ اور بادشاہ کو قسم قسم کی چیزیں نذر کیں۔ ہاتھی ڈھیر لذیذ میوہ لے آیا۔ ریچھ تھوڑا سا شہد لے آیا۔ گلہری کچھ اخروٹ لے آئی۔ غرضیکہ تمام جانور سوائے لومڑی کے کچھ نہ کچھ لے آئے۔ اور شیر کے قدموں پر رکھ دیا۔ جانوروں کے بادشاہ نے تب لومڑی کو اشارہ سے بلایا۔ لومڑی بڑے ناز سے آگے بڑھی۔ اور بادشاہ عالی کے سامنے سجدہ کیا۔ بادشاہ نے گرجتے ہوئے پوچھا۔ کہ کیوں بدمعاش تو کیا لائی ہے؟ لومڑی نے جواب دیا۔ میں اپنے آپ کو لائی ہوں۔ آپ نے حکم دیا تھا کہ ہم لوگ اپنی اپنی شوق کی چیزیں لائیں۔ اور میری غرض یہ ہے کہ میری سب سے زیادہ شوق کی چیز میں ہی ہوں۔ اس قصہ سے یہ نتیجہ پایا جاتا ہے۔ کہ قریب قریب ہم سبھوں میں خودی کا مادہ اعلیٰ درجہ کی حکومت کرتا ہے۔ حالانکہ ہم میں بہت کم لومڑی کی طرح اس بات کو قبول کرنے کی ہمت کرسکیں۔ شاید ہی کوئی عیب خودغرضی سے

زیادہ نفرت کے قابل ہو۔ اور یہی عیب قریب قریب تمام قسم کے بد اخلاقی کے جزو میں پایا جاتا ہے۔ ایک بڑے مصنف نے کہا ہے۔ کہ اگر تم مصیبت جھیلنا چاہتے ہو۔ اور دوسروں کو مصیبت میں ڈالنا چاہتے ہو۔ تو طریقہ آسان ہے۔ صرف خود غرض بن بیٹھو۔ اور بس ہو گیا۔ برخلاف اِس کے بیخودی سے یہ مراد نہیں ہے۔ کہ اپنی طرف کوئی خیال نہ کیا جاوے۔ ہم لوگوں کو اپنے حق میں ویسا ہی فرض ادا کرنا ہے۔ جیسا کہ دوسروں کے حق میں۔ اور اکثر موقعوں میں پہلے معاملہ کی نسبت غفلت کرنا اسی قدر گناہ ہے۔ جس قدر دوسرے کی نسبت ہم لوگوں کو جسم اور دِل اور رُوح عطا کئے گئے ہیں۔ اِس غرض سے کہ ہم ان سے پُورا فائدہ اٹھائیں۔ اور یہ کام بغیر فکر اور محنت کے نہیں ہو سکتا۔ اِس سلسلے میں ہم کو ایک جاپانی مسئلہ یاد رکھنا اچھا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حد سے زیادہ اخلاق بد اخلاقی کے برابر ہوتا ہے ؂

تمام شد

CONTENTS

PART I

UNSEENS

CHAPTER		PAGES
I.	Abstracts and Summaries	1
II.	The Art of Compression	9
III.	The Summary of a Paragraph	22
IV.	The Summary of a Passage	36
V.	Summary of Longer and More Difficult Passages	55
VI.	Precis of Verse	94

PART II

TRANSLATION

VII.	Proverbs and Idiomatic Sentences with their Urdu Equivalents	103
VIII.	Passages taken from Punjab Uuiversity Papers	119
	1943	135
	1944	134
	1945	133
	1946	132
	1947	131
	1947 Supp.	131
	1948	129

1948 Supp. 130
1949 127
1948 Supp. 128
1950 125
1950 Supp. 125
1951 123
1952 121
1953 ... ...
Missing Pages ... ... 187—192
Glossary of Simpler Exercises ... 194
Glossary of Harder Exercises ... 210—224
Missing Pages ... ... 225—304
Simpler Exercises (1—75) ... 305—359
Harder Exercises (76—132) ... 352—410
Exercises without Glossary ... 410—420

NEW COLLEGE

TRANSLATION & UNSEENS

PART I

UNSEENS

CHAPTER I

ABSTRACTS AND SUMMARIES

"Brevity is the soul of wit."—*Shakespeare : Hamlet.*
"Many wise things are bound up in short speech."—*Sophocles.*
"In the pleading of causes nothing pleases so much as brevity."
—*Pliny the Younger.*

1. **What is a Summary?** A summary is an exercise in compression. It is possible to make a summary of a phrase, a sentence, a paragraph or a passage.

Summarizing differs essentially from paraphrasing. *A paraphrase reproduces not only the substance of a passage, but also all its details.* It is, *therefore, somewhat longer than the original.* But *a summary* is *always shorter* than the original. *It expresses only the main theme, shorn of all needless details, as tersely as possible.* No strict rule can be laid down for the length of a summary. On the average a summary should not contain more than one-third of the number of words used in the original passage.

2. **Uses of making an Abstract or a Summary.** Summarizing is a very fine exercise in *reading.* Most students read carelessly and retain only a vague idea of what they have read. Nothing can provide a stronger corrective to such a habit than the practice of summarizing a chapter or even a paragraph which they have read. Summarizing forces a student to read with attention, for *no one can write a summary of any passage unless he has clearly grasped its meaning.* So summarizing is an excellent training in concentration of attention. It teaches one to read with the mind as well as with the eye.

Practice in summarizing also helps us a good deal in storing our memory with useful information derived both from books